انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

ماہنامہ دار العلوم دیوبند (ہندوستان) کی خصوصی پیشکش

ختم نبوت نمبر (کامل)

مع ضمیمہ حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ

مکتبہ مدنیہ

۱۷- اردو بازار لاہور

فون ۹۲۵۲۰

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ الآیۃ
(قرآن کریم)

ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (حدیث شریف)

مقالہ

ختم نبوت کتاب و سنت کی روشنی میں

یہ مقالہ تحفظِ ختمِ نبوت کے عالمی اجلاس دارالعلوم دیوبند (بھارت) کیلئے تحریر کیا گیا تھا جو ۲۹، ۳۰، ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو ہونے والا تھا۔ مگر سوئے اتفاق سے ویزا نہ مل سکنے کی وجہ سے یہ مقالہ نہ وہاں پہنچا اور نہ پڑھا جا سکا

اب یہ طلبۂ علم اور عام مسلمانوں کے افادہ کیلئے طبع کیا جا رہا ہے ؛

ابوالزاہد محمد سرفراز

عرضِ حال

مُبسملاً وَّ حامدًا وَّ مُصلیاً وَّ مُسلماً ۰ اما بعد عالم اسلام کی دنیا میں سب سے بڑی خالص اسلامی یونیورسٹی، اور مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند (بھارت) کے حضرت مہتمم صاحب دام مجدہم کے یکے بعد دیگرے تین عدد دعوت نامے راقم اثیم کے نام بذریعہ ڈاک آئے۔ کہ دارالعلوم دیوبند کے معزز ارکان شوریٰ کے فیصلہ کے مطابق ۲۹، ۳۰، ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دارالعلوم کے زیراہتمام تحفظِ ختم نبوت کے موضوع پر ایک عالمی اجلاس طے ہوا ہے جس میں تمہاری شمولیت بھی ضروری ہے اور ذیل کے عنوانات میں سے کسی ایک پر ایک مقالہ تحریر کر کے ۲۰ اکتوبر تک دارالعلوم دیوبند بھیج دیں۔ اور مقالہ فل اسکیپ سائز کے سات صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے۔ یا اگر مقالہ مفصل ہو تو چار پانچ صفحات میں اس کی تلخیص فرمادی جائے۔ تاکہ اس کو ۱۲ منٹ میں پیش کیا جا سکے۔

چونکہ راقم اثیم ۲ ستمبر ۱۹۸۶ سے ۲۵ ستمبر تک برطانیہ کے دورے پر تھا۔ اور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں اسباق کے خلاف معمول کافی ناغے ہو چکے تھے۔ اس لیے خود دارالعلوم دیوبند جانے کے سلسلہ میں خاصا متردّد تھا۔ مگر بفضل اللہ تعالیٰ مقالہ ان کے انتخاب کردہ عنوانات کے تحت ۱ (ختم نبوّت کتاب و سنّت کی روشنی میں) پر لکھنا شروع کر دیا۔ اور معلوم ہوا کہ عزیزم زاہد الراشدی اور عزیزم محمد عبد القدوس خان قارن سلمہما اللہ تعالیٰ اپنے چند دیگر رفقاء کے ساتھ اس اجتماع پر دارالعلوم جانے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ اور ویزے حاصل کرنے کے لئے درخواستیں بھی دے چکے ہیں۔ بے حد مصروفیت کی وجہ سے مقالہ ۲۰ اکتوبر تک تیار نہ ہو سکا: تاکہ بذریعہ ڈاک دارالعلوم دیوبند ارسال کر دیا جاتا۔ دل مطمئن تھا۔ کہ ان شاء اللہ العزیز تکمیل کے بعد یہ مقالہ دارالعلوم دیوبند بھیج دیا جائے گا۔ جو وہاں اجلاس میں پڑھ کر سنا دیا جائے گا۔ مگر عزیزوں کے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق روانگی سے ایک دن پہلے معلوم ہوا کہ انڈیا نے سرحدوں کی کشیدگی کا بہانہ بنا کر ان کے ویزوں کی درخواستیں مسترد کر دی ہیں۔ اور مرکزی حضرات میں سے جن دو چار خوش نصیبوں کو جانے کی اجازت ملی تو وہ چلے گئے۔ اور ہمیں ان کے جانے کا علم نہ ہو سکا پھر

اتنا وقت نہ تھا۔ کہ بذریعہ ڈاک وغیرہ کے یہ مقالہ وہاں اجلاس میں پہنچایا جاسکتا۔ اب مناسب معلوم ہوا کہ طلبۂ علم کے افادہ کے لئے اسے شائع کر دیا جائے۔ سو بحمداللہ تعالیٰ یہ شائع کیا جارہا ہے۔ متعنا اللہ تعالیٰ بہا

دارالعلوم دیوبند سے آئے ہوئے دعوت ناموں میں سے مفصل دعوت نامہ درج ذیل ہے

دارالعلوم دیوبند

محترم المقام دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' :۔ خدا کرے۔ کہ مزاج سامی بعافیت ہوں فتنۂ قادیانیت آزادی کے بعد ہمارے ملک میں سرد پڑ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے علماء امت و محافظین شریعت اس کی جانب سے بے فکر ہو گئے تھے۔ اب میدان خالی پاکر اس فتنہ نے سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس فتنہ کا پھر سے قوت کے ساتھ تعاقب کیا جائے۔ اسی غرض سے دارالعلوم دیوبند کے معزز ارکان شوریٰ نے اپنے گذشتہ اجلاس میں دارالعلوم کے زیر اہتمام "تحفظ ختم نبوت" کے موضوع پر ایک عالمی اجلاس منعقد کرنے کی تجویز منظور فرمائی تھی۔ چنانچہ اسی فیصلہ کے مطابق مورخہ ۲۹، ۳۰، ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دارالعلوم میں عالمی اجلاس منعقد کیا جارہا ہے۔

جناب والا! کی وقیع علمی خدمات کے پیش نظر عرض ہے۔ کہ اس موقعہ پر ابطال قادیانیت کے عنوان سے ایک مقالہ سپرد قلم فرما کر مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۶ء تک دارالعلوم دیوبند کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ امید ہے کہ اس موقعہ کی اہمیت کے پیش نظر اس گزارش پر خاص توجہ فرمائیں گے۔

نمونہ کے لئے چند عنوانات ہمرشتۂ عریضہ ہذا ہیں۔ والسلام

مولانا مرغوب الرحمن مہتمم دارالعلوم

دیوبند

نوٹ:۔ مقالہ فل اسکیپ سائز کے ۔ صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے۔ یا اگر مقالہ مفصل ہو تو چار پانچ صفحات میں اس کی تلخیص فرما دی جائے۔ تاکہ اس کو ۱۲ منٹ میں پیش کیا جاسکے۔

عنوانات

۱۔ قادیانیت اور اسلام (ایک تقابلی مطالعہ) ۲۔ عقیدہ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی
۳۔ مرزا صاحب اور دعویٰ مسیحیت (ایک تحقیقی جائزہ) ۴۔ غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت
۵۔ غلام احمد قادیانی علماء اسلام کی نظر میں۔ ۶۔ حیات مسیح اور قادیانیت
۷۔ انبیاء علیہم السّلام کی سیرت اور مرزا قادیانی کا کردار
۸۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی تضاد بیانی
۹۔ قادیانیت دین محمدی کے خلاف کھلی بغاوت
۱۰۔ ختم نبوّت کتاب وسنّت کی روشنی میں۔ ۱۱۔ حضرت مسیح مرزا قادیانی کی نظر میں
۱۲۔ مسئلہ ختم نبوت علم وعقل کی روشنی میں
۱۳۔ تاریخ اسلام میں جھوٹے مدعیان نبوت کا عبرت ناک انجام
۱۴۔ قادیانی اپنی تحریر کے آئینہ میں۔ ۱۵۔ قادیانی کی پیش گوئیاں واقعات کے آئینہ میں
۱۶۔ ردّ قادیانیت کے سلسلہ میں دارالعلوم کی مساعی
۱۷۔ ردّ قادیانیت پر فضلاء دارالعلوم کی تصنیفی خدمات
۱۸۔ ردّ قادیانیت پر حضرت العلامہ انور شاہ کشمیری کی جلیل القدر خدمات
۱۹۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور قرآن کریم کی تحریفات۔ ۲۰۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے کفریہ عقائد
مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم، مولانا معراج الحق صدر المدرسین دارالعلوم وجملہ اکین شوریٰ دارالعلوم دیوبند

ان اکابر علماء کرام کثر اللہ تعالیٰ امثالہم کی دعوت اور حکم کی تعمیل میں یہ مقالہ بڑی عجلت سے تحریر کیا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے۔ کہ جو کام جلدی میں کیا جائے اس میں غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اہل علم سے گذارش ہے۔ کہ بجائے درد غوغا برپا کرنے اور طعن وتشنیع کرنے کے اگر اس میں غلطیاں ہوں۔ تو معقول طریقہ سے اغلاط کی نشاندہی کرنیوالے حضرات کا شکریہ ادا کیا جائے گا۔ اور اصلاح کی جائے گی انشاء اللہ العزیز

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ رسولہ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وجمیع اتباعہ الیٰ یوم الدین۔ آمین یا رب العلمین۔ ۲۲ صفر ۱۴۰۷ھ، ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۶ء

ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ، وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ختمِ نبوّت کتاب وسنّت کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ الحمد للہ وکفٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی من لانبی بعدہٗ اما بعد

جس طرح برحق اور آخری مذہب اسلام میں توحید و رسالت اور قیامت وغیرہا کے اصولی۔ بنیادی اور قطعی عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اسی طرح اس امر پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اور آپؐ کی بعثت کے بعد تا صورِ اسرافیل علیہ السلام کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی کو آپؐ کے بعد نبوت مل سکتی ہے۔ جو شخص ختمِ نبوت کا انکار یا تاویل کرے۔ تو وہ یقیناً کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ کیوں کہ جس طرح ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے۔ اور خوبصورت سے خوبصورت تاویل بھی کفر سے نہیں بچا سکتی۔ جیسا کہ عنقریب اس کے حوالے آرہے ہیں۔ انشاء اللہ العزیز

ختمِ نبوّت کا عقیدہ قرآن کریم، احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے

قرآن کریم

قرآن کریم کی متعدد آیات کریمات سے مسئلہ ختم نبوت ثابت ہے۔ مگر ہم اختصاراً کے پیش نظر صرف ایک ہی آیت کریمہ عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۵

(پ ۲۲ ۔ الاحزاب ۔ ۵

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ (تعالیٰ) کا اور مہر سب نبیوں پر ہے اور ہے اللہ (تعالیٰ) سب چیزوں کو جاننے والا

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں متعدد اور معتبر تفاسیر میں جو کچھ بیان ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ

یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محبت و شفقت اور پیار کی وجہ سے حضرت زید بن حارثہ رضؓ (المتوفی ۸ھ) کو اپنا متبنّٰی یعنی پالک اور منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اور ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش (المتوفاۃ ۲۰ھ) سے کر دیا تھا مگر اختلافِ طبائع کی وجہ سے نباہ نہ ہو سکا۔ اور حضرت زیدؓ نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی۔ عدت گذر چکنے کے بعد آپ نے اُن سے نکاح کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تاکہ حضرت زینبؓ کی بھی دلجوئی ہو جائے مگر دورِ جاہلیت کے نظریہ کے تحت (کہ وہ لوگ متبنّٰی کی بیوی سے وفات یا طلاق کے بعد عدت گذر چکنے کے بعد بھی نکاح حرام سمجھتے تھے۔ جیسا کہ اسلام میں صلبی اور رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے) لوگوں کے اس اعتراض اور پروپیگنڈے کا خدشہ پیشِ نظر تھا اس لئے آپ اس نکاح سے گھبراتے تھے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے مَردوں میں سے کسی کے (جسمانی) باپ نہیں۔ نہ حضرت زیدؓ کے اور نہ کسی اور کے ہاں روحانی ابوّت وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہَاتُہُمْ کی نص سے۔ کیونکہ جب حضرات ازواج مطہراتؓ مومنوں کی روحانی مائیں ہیں۔ تو لازماً آپؐ اُن کے باپ ہیں۔ اور حدیث انما انا لکم مثل الوالد الحدیث نسائی ج ۱ صٓ سے ثابت ہے۔ تو جب آپؐ حضرت زیدؓ وغیرہ مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ تو بعد از عدت ان کی بیوی سے نکاح کیوں ناجائز ٹھہرا؟ یہ یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ جن کا وجود صحیح احادیث اور کتبِ تاریخ سے ثابت ہے۔ تاریخی طور پر اس میں کوئی اختلاف نہیں جن کے نام حضرت زینب رضؓ حضرت رقیہ رضؓ۔ حضرت اُم کلثوم رضؓ۔ اور حضرت فاطمہ رضؓ تھے اور دو فرزند بھی قطعاً اور یقیناً تھے۔ حضرت قاسم رضؓ اور حضرت ابراہیم رضؓ کتب احادیث اور تاریخ سے اس کا واضح ثبوت ہے۔ مگر یہ دونوں بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی رجل اور مرد نہیں ہوا ان کے علاوہ آپ کے ایک اور فرزند بھی تھے جن کا نام عبد اللہ تھا۔ ان کو طیّب اور طاہر بھی کہا جاتا تھا۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۱۷ وقال رواہ الطبرانی ورواتہ ثقات) مگر وہ بھی بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ لہٰذا آپ کی نرینہ بالغ اولاد کوئی نہ تھی۔ صاحبزادیاں ہی تھیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی مرد کے جسمانی باپ نہیں۔ تو پھر حضرت زید رضؓ کی مطلقہ بی بی بہو ہونے کے لحاظ سے آپ پر کیسے اور کیونکر حرام ہو گی۔ باقی رہے دورِ جاہلیت کے غلط نظریات تو اللہ تعالیٰ

نے آپؐ کو ان کے مٹانے اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ہی مبعوث کیا ہے۔ جن کا مٹانا آپؐ کے فرضِ منصبی میں شامل ہے

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی آشکارا کر دیا ہے۔ کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول یعنی اُمّت کے روحانی باپ ہیں۔ اور خاتم النبیّن ہیں۔ کہ آپؐ کی آمد پر انبیاء کرام علیہم السلام کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اکثر علماء عربیّت کی اصطلاح کے مطابق لفظ رسول اور نبی کا مصداق اور مال ایک ہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوق خدا کو پہنچانے والا اور ان کو خدائی خبریں سنانیوالا رسول کا مادہ رسالت ہے۔ یعنی پیغام رسانی اور نبی کا مجرّد مادہ نَبَأٌ ہے۔ جس کے معنی خبر دینا اور ظہور کے ہیں۔ کیونکہ نبی اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر مخلوق کو خبر بھی دیتا ہے۔ اور دلائل و معجزات کے اعتبار سے ان کی نبوّت ظاہر بھی ہوتی ہے۔ اور اس کا مجرد مادہ نبأۃٌ بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس کے معنی الصوت الخفی کے ہیں۔ چونکہ وحی لانے والا فرشتہ اُن سے آہستہ گفتگو کرتا ہے۔ اور وہ بھی اس سے مخفی طریقہ پر محو گفتگو ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کو نبی کہا جاتا ہے اور نبی کے معنی راستے کے بھی ہیں۔ نبی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تک رسائی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ وصول الی اللہ تعالیٰ کا راستہ بھی ہو۔ (ملاحظہ ہو نبراس ص۵)

اور بعض علماء عربیّت کی اصطلاح میں رسول اس کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مستقل کتاب و شریعت عطا ہوئی ہو۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کہ صاحب تورات اور صاحبِ شریعت تھے۔ اور نبی وہ ہوتا ہے۔ جس کو نبوت تو ملی ہو۔ مگر وہ صاحب کتاب و صاحبِ شریعت نہ ہو۔ بلکہ وہ صاحب کتاب و صاحب شریعت رسول کا معاون و وزیر ہو جیسا کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسّلام ــــــ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منصب بیان فرمایا۔ تو لفظ رسول سے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللہِ یعنی اس دوسری اصطلاح کے مطابق آپؐ صاحب کتاب و صاحب شریعت ہیں۔ اور جب لفظ خاتم کا مضاف الیہ بیان کیا تو لفظ النبیّن ذکر فرمایا۔ یعنی اس دوسری اصطلاح کے مطابق آپ غیر تشریعی نبوت کے بھی خاتم ہیں۔ اگر اس مقام پر خَاتَمُ الرُّسُل کا جملہ ہوتا تو اس اصطلاح کے موافق شبہ کرنے والے یہ کہہ سکتے تھے۔ کہ آپؐ تو رُسُل کے خاتم ہیں۔ اور رسول وہ ہوتا ہے۔ جو صاحب کتاب و صاحب شریعت ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپؐ کے بعد غیر تشریعی نبی آسکتا ہے اور آپ غیر تشریعی نبوّت کے خاتم نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم اور معجز کتاب میں اس باطل

شبہ کی بھی گنجائش ختم کردی۔ اور واضح کردیا۔ کہ آپؐ تشریعی نبوت تو کیا۔ غیر تشریعی نبوت کے بھی خاتم ہیں۔ وخاتم النبیّن آپؐ کے آنے سے وہ وعدہ پورا ہوگیا جس کی انتظار تھی ؎

نوائے عندلیب آئی ہوائے مشکبار آئی
سنبھل اے دل ذرا تو بھی سنبھل کال بہار آئی

خاتم کا معنیٰ

لفظ خاتم اسم آلہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی مہر کے ہیں۔ جس طرح لفافہ اور بنڈل وغیرہ میں کوئی چیز رکھ کر اُسے بند کرکے اس پر مہر لگادی جاتی ہے تو کوئی چیز مہر توڑے بغیر نہ تو اس میں رکھی جاسکتی ہے اور نہ نکالی جاسکتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ کی آمد سے قصر نبوت مکمل ہوگیا۔ اور نبوّت کا دروازہ بند اور سیل ہوگیا۔ اور اس پر مہر لگ گئی۔ اب بغیر مہر توڑے نہ اُسے کوئی کھول سکتا ہے۔ اور نہ اندر داخل ہوسکتا ہے یہی ختم کا معنی ہے اور یہی اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے۔ اور اسی پر اللہ تعالیٰ ہمیں قائم رکھے ؎

زمانہ ساز، نظر باز، مدعی سے کہو
جہانِ عشق میں سکے وفا کے چلے

لفظ خاتم اور قادیانی

قادیانی بھی یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیّن تسلیم کرتے ہیں۔ اور وہ خاتم کا معنی مہر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اس پر ہمارا پورا یقین ہے۔ مگر بقول شاعر ؎

ذرا اُمید بھی ولے ہے یقین بھی ہے چنانوں سا
مگر جو دل میں ہے وہ وسوسہ کچھ اور کہتا ہے

قادیانیوں کا کہنا ہے۔ کہ خاتم النبیّن کا یہ مطلب ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ہی سے آگے نبوّت چلتی رہیگی۔ وہ یوں کہ آپؐ کا کلمہ پڑھ کر اور آپؐ کی پیروی اور اتباع کرکے ہی کسی کو نبوّت ملتی اور مل سکتی ہے۔ ویسے نہیں مگر قادیانیوں کی یہ تاویل بلکہ تحریف قطعاً باطل ہے اولاً اس لئے کہ یہ معنی قرآن کریم۔ احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع اُمت کے خلاف ہے لہٰذا مردود ہے۔ وثانیاً آپؐ کی پیروی اور اتباع کا جذبہ جس طرح خیر القرون اور اُن کے قریب کے زمانوں میں تھا۔ وہ بعد کو نہیں ہوا۔ اور نہ ہوسکتا ہے پھر کیا وجہ ہے۔ کہ اُن مبارک زمانوں میں کسی کو نبوّت نہ مل سکی اور اب اس کا دروازہ وا ہوگیا۔ جھوٹے نبیوں کی بات نہیں ہورہی۔ ان کا حشر تاریخی طور پر سب کو معلوم ہے۔ تفصیلی طور پر کتابیں دیکھنے کی فرصت نہ ہو۔ تو کتاب آئمہ تلبیس مؤلفہ حضرت مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوریؒ فاضل دیوبند ہی کافی ہوگی۔ وثالثاً خاتم کا معنی خود مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلمات کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی۔ یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں۔ میرے ساتھ

ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا۔ اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی۔ اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ اور میں ان کے لیے خاتم الاولاد تھا (تریاق القلوب ص۳۷۹)

اس حوالہ کے پیش نظر اگر مرزا صاحب خود اور ان کی رُوحانی ذریت خاتم النبیین کا یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے آگے نبوت چلتی اور جاری وساری ہے تو خاتم الاولاد کا بھی یہ معنی کریں۔ کہ مرزا صاحب کی والدہ ماجدہ کے ہاں مرزا صاحب کی مہر لگنے سے تا قیامت اُن کے پیٹ سے اولاد نکلتی رہیگی۔ اور یہ مہر خاصی مفید و کارآمد رہیگی۔ یا کم از کم ان کی والدہ ماجدہ کی زندگی میں ہی ایسا ہوتا رہا۔ کہ مرزا صاحب کی مہر لگتی رہی اور اولاد نکلتی رہی۔ تو پھر وُہ خاتم النبیین کا معنی بھی بزعم خویش یہ کر سکتے ہیں۔ گو دوسروں پر وہ حجت نہیں۔ اور اگر وُہ خاتم الاولاد کا یہ معنی کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کے بعد ان کی والدہ کے ہاں کوئی اور لڑکا یا لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔ تو اسی طرح یہاں بھی خاتم النبیین کا یہی معنی متعین ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد تا قیامت کوئی تشریعی یا غیر تشریعی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

محمد علی لاہوری کا بیان

مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کا سربراہ محمد علی لاہوری جو گو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تو نہیں مانتا۔ مگر مجدد مسیح اور مصلح کا نام تجویز کرتا ہے۔ اور یہ بھی سراز زندقہ اور الحاد ہے۔ اور وفات عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائل ہونے کی وجہ سے وہ قطعاً کافر ہے۔ اور خاتم النبیین کے معنی یوں وہ لکھتا ہے کہ!

ختم اور طبع کے لغت میں ایک ہی معنی ہیں یعنی ایک چیز کو ڈھانک دینا اور ایسا مضبوط باندھ دینا کہ دوسری چیز اس میں داخل نہ ہو سکے (تفسیر بیان القرآن ج ۱ ص۲۳)

الحاصل خاتم کے معنی مہر کے لے کر بھی ختم نبوت کا مفہوم واضح ہے اور قادیانی اور لاہوری دونوں کے مسلمات اس پر شاہد ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ہٹ دھرمی کا ثبوت دیں ؎

حذر، حذر کہ زمانہ بڑا ہی نازک ہے
خدا نہ واسطہ ڈالے کسی کمینے سے

خاتم ماضی کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے

پہلے یہ عرض کیا گیا ہے۔ کہ لفظ خاتم اسم آلہ کا صیغہ ہے۔ جو مہر کے معنی میں ہے۔ اور خود فریق مخالف کے قائم کردہ اصول کے مطابق یہ لفظ ختم نبوت پر دال

ہے نہ کہ اجزائے نبوت پر اب یہ گذارش ہے کہ لفظ خاتم باب خاصہ کی ضمن بھی ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ علامہ سید محمود آلوسی رح المتوفی ۱۲۷۰ھ صرف و نحو اور لغت کے مشہور امام ابوالعباس محمد بن یزید بن عبدالاکبر المعروف بالمبرد رح (المتوفی ۲۸۶ھ) کے حوالہ سے نقل کیا ہے (تفسیر روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۴) اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور انہوں نے نبیوں کو ختم کر دیا۔ یعنی ان کی آمد سے نبیوں کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی دنیا میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ آپ کے بعد کسی کو نبوت مل سکتی ہے۔ غرض یہ کہ قرآن کریم کی یہ نص قطعی ختم نبوت کی واضح اور روشن دلیل ہے جس کا انکار بغیر کسی مسلوب الایمان والعقل کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ قادیانیوں کی بالکل بے جا تاویل اور تحریف سے نہ تو نص پر کوئی زد پڑتی اور پڑ سکتی ہے۔ اور نہ قادیانیوں کی ایسی تاویلوں سے ان کا ایمان ثابت ہو سکتا ہے

قادیانیت بھی خالص کفر کا ایک شعبہ ہے۔ جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ بقول حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب رح (المتوفی ۱۹۵۶ء) سے

قادیانیت سے پوچھا کفر نے تو کون ہے ہنس کے بولی آپ ہی کی دلربا سالی ہوں میں

اقوال مرزا صاحب

کسی لفظ کے معنی کی تعیین کے لئے اصول مسلمہ کے علاوہ فریق مخالف کے اپنے قول اور اقرار سے بہتر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے خود مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی اس کا اقرار ہے کہ خاتم بمعنی ختم۔ قطع اور خاتمہ کے ہے ملاحظہ ہو

۱۔ قَدْ انْقَطَعَ الْوَحْیُ بَعْدَ وَفَاتِہٖ وَخَتَمَ اللّٰہُ بِہِ النَّبِیِّیْنَ (حمامۃ البشریٰ ص ۳۴)

بے شک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔

نیز لکھا ہے۔

۲۔ وَاِنَّ رَسُوْلَنَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَعَلَیْہِ انْقَطَعَ سِلْسِلَۃُ الْمُرْسَلِیْنَ (حقیقۃ الوحی ضمیمہ عربی ص ۶۴)

تحقیق سے ہمارے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خاتم النبیین ہیں۔ اور ان پر رسولوں کا سلسلہ قطع ہو گیا ہے۔

مزید لکھتا ہے۔

۳۔ ابھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ اب وحی و رسالت تا بقیامت منقطع ہے (ازالہ اوہام طبع قدیم ص ۱۱۵۲)

ان واضح اور روشن حوالوں سے بھی ثابت ہو گیا ہے کہ خود مرزا صاحب بھی ختم کے معنی خاتمہ، بند اور انقطاع کے کرتے ہیں۔ اور صاف لفظوں میں لکھتے اور اقرار کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت ختم کر دی ہے۔ اور اب وحی و رسالت قیامت تک بند ختم اور منقطع ہے اور آپؐ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی ؎

اب تو اس راہ سے وہ شخص گذرتا بھی نہیں اب کس امید پہ دروازے سے جھانکے کوئی

احادیث

ختم نبوت کا مسئلہ جس طرح قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جن میں سے ایک آیت کریمہ اور اس کی مختصر ضروری تفسیر و تشریح پہلے عرض کر دی گئی ہے۔ اسی طرح یہ مسئلہ احادیث صحیحہ صریحہ اور متواترہ سے بھی ثابت ہے۔ بطور اختصار کے چند احادیث درج ذیل ہیں۔ جن سے بڑی صراحت و وضاحت سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ (جن کا مشہور قول کے مطابق نام عبدالرحمٰن بن صخر تھا۔ المتوفی ۵۷ھ) فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثال ایک محل کی سی ہے۔ جو بہت ہی عمدہ طریقہ سے بنایا گیا ہو۔ لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو۔ گھومنے والے اس کے ارد گرد گھومتے ہیں۔ اور اس کی بہترین بناوٹ پر تعجب اور حیرت کرتے ہیں۔ مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

فانا اللبنۃ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖن (بخاری ج۱ ص۵۰۱ مسلم ج۲ ص۲۴۸ ومشکوٰۃ ج۲ ص۵۱۱)

میں وہ (آخری) اینٹ ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔

اور حضرت جابر رضؓ (المتوفی ۷۴ھ) کی ایک حدیث میں یوں آیا ہے۔ کہ!

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ فانا موضع اللبنۃ جئت فختمت الانبیاء (مسلم ج۲ ص۲۴۸)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (قصر نبوت کی) وہ آخری اینٹ میں ہوں، در میرے ... میری آمد سے ہوا کہ خاتمہ کر دیا ہے

اور ان کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ!

فانا موضع اللبنۃ ختم بی الانبیاء (ابو داؤد الطیالسی ص۲۴۷)

اس اینٹ کی جگہ میں آ گیا ہوں۔ اور انبیاء کی آمد مجھ پر ختم اور منقطع ہو گئی ہے۔

ان صحیح اور صریح احادیث سے صراحۃً معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے

قصرِ نبوت مکمل ہوگیا ہے۔ خالی اینٹ کی جگہ پُر ہوگئی ہے۔ اور سلسلہ نبوت و رسالت ہر طرح سے بالکل بند، منقطع اور ختم ہو چکا ہے۔ خود مرزا صاحب کو جب مسلمان تھے۔ اقرار تھا ؎

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بر و شد اختتام (سراج منیر)

۲ ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر چھ چیزوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے

مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔ اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے۔ اور میرے لئے غنیمتوں کا مال حلال کیا گیا ہے۔ اور میرے لئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنایا گیا ہے (کہ اس پر بجز مستثنیٰ مواضع کے نماز پڑھ لوں اور تیمم کر لوں) اور مجھے تمام (مکلف) مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

وختم بی النبیون (مسلم ج ۱ ص ۱۹۹ و مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۳۹۵ و مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۲) اور مجھ پر نبیوں کو ختم کر دیا گیا ہے۔ اور ان کی ایک اور روایت میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے۔ جب ایک نبی دنیا سے رخصت ہو جاتا تو اس کے بعد اور آجاتا۔

وانہ لا نبی بعدی وستکون خلفاء فتکثر الحدیث (مسلم ج ۲ ص ۱۲۶)

اور میرے بعد نبی نہیں اور خلفاء بکثرت ہوں گے۔ اس صحیح اور صریح حدیث سے بھی بالکل عیاں ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے نبوت و رسالت کا خاتمہ ہوگیا۔

۳ ۔ حضرت ثوبان رضؓ (المتوفی ۵۴ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وانہ سیکون فی امتی کذابون	اور بے شک میری امت میں تیس (کے قریب) بڑے
ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا	بڑے جھوٹے ہوں گے ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے
خاتم النبیین لا نبی بعدی	گا۔ کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور
(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸ و ترمذی ج ۲ ص ۴۵ و	میرے بعد اور کوئی نبی نہیں ۔
مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۶۵)	

اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلاثون	اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔ جب تک ۔

دجالاً کلھم یزعم انہ رسول اللہ
(مسلم ج ۲ ص ۳۹۷ وابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۴)

تیس دجال خارج نہ ہوں جو سب کے سب یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

۴۔ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیّین ولا فخر وانا اوّل شافع ومشفع ولا فخر
(مسند دارمی ج ۱ ص ۳۱ طبع المدینۃ المنورہ ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۴)

میں رسولوں کا قائد ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور میں خاتم النبیّین ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں اور میں پہلا وہ شخص ہوں جو شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول ہوگی اور اس پر فخر نہیں

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اب اور قیامت کو یہ اعزازات وانعامات مرحمت فرمائے اور وعدہ فرمایا۔ مگر مجھے ان میں سے کسی پر کوئی تکبّر اور فخر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے خالص عطیّات ہیں۔

۵۔ حضرت عرباض رضؓ بن ساریہ (المتوفی ۷۵ھ) فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ!

وانی عند اللہ مکتوب خاتم النبیّین وان آدم لمنجدل فی طینتہ
(مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۷ ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۱۳ ومجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۳)

بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک (تقدیر میں) خاتم النبیّین لکھا گیا جب کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام گوندھی ہوئی مٹی کی صورت میں تھے

اور یہ حدیث مستدرک میں بھی دو جگہ مذکور ہے۔ ایک جگہ الفاظ یہ ہیں۔

یقول انی عند اللہ فی اول الکتاب لخاتم النبیّین وان آدم لمنجدل فی طینتہ الحدیث (مستدرک ج ۲ ص ۶۰۰ قال الحاکم والذھبیؒ صحیح)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پہلی نوشت (یعنی تقدیر) میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیّین ہوں اور بے شک حضرت آدمؑ اپنے گوندھے ہوئے گارے میں تھے۔

اور دوسرے مقام پر الفاظ یہ ہیں آپؐ نے فرمایا کہ!

انی عبد اللہ وخاتم النبیّین وابی منجدل فی طینتہ (الحدیث) (مستدرک ج ۲ ص ۴۱۸ قال الحاکمؒ والذھبیؒ صحیح

بے شک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور خاتم النبیّین ہوں (اُسی وقت سے) جبکہ میرے باپ حضرت آدم علیہ السّلام اپنے گوندھے ہوئے گارے میں تھے

ان صحیح احادیث میں بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا صراحۃً مذکور ہے

۶ ۔ حضرت انسؓ (المتوفی ۹۳ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی
(ترمذی ج ۲ ص ۵۱ وقال حدیث صحیح غریب و مستدرک ج ۴ ص ۳۹۱ قال الحاکمؒ والذہبیؒ علی شرط مسلم والجامع الصغیر ج ۱ ص ۸۰ وقال صحیح والسراج المنیر ج ۱ ص ۴۲۳ وقال صحیح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک رسالت اور نبوت ختم اور منقطع ہو چکی سو میرے بعد نہ تو کوئی رسول ہوگا۔ اور نہ کوئی نبی (کہ ان کو میرے بعد رسالت و نبوت ملے)

یہ صحیح حدیث بھی تشریعی اور غیر تشریعی ہر قسم کی نبوت کے ختم ہونے کی کھلی دلیل ہے

۷ ۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب رجب ۹ھ میں تقریباً تیس یا چالیس یا ستر ہزار مجاہدین اسلام کو (جن کے پاس دس یا بارہ ہزار گھوڑے تھے۔ اونٹ وغیرہ ... اس کے علاوہ تھے) لیکر غزوۂ تبوک کے سفر پر روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت علیؓ کو اہل خانہ کی حفاظت و نگرانی کے لئے (مدینہ منورہ میں آپ نے اپنا نائب اس موقع پر حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ المتوفی ۴۳ھ کو مقرر کیا تھا) خلیفہ بنایا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طور پر جاتے ہوئے اپنی اس مختصر سی غیر حاضری میں حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا نائب بنایا تھا حضرت علیؓ رومیوں کے خلاف لڑنے کے بڑے مشتاق تھے۔ دل میں کچھ غمگین ہوئے اور فرمایا کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑتے ہیں؟ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ المتوفی ۵۵ھ) فاتح ایران کی روایت میں ہے

قال الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لیس بعدی نبی (وفی روایۃ لا نبی بعدی)
بخاری ج ۲ ص ۶۳۳ ومسلم ج ۲ ص ۲۷۸)

کیا تو اس پر راضی نہیں کہ (اس نیابت میں) تیری اور میری وہ نسبت ہو جو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس روایت میں بھی اس کی تصریح ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی اور نہ کوئی نبی آسکتا ہے۔

۸ ـ حضرت ابوامامہ الباہلیؓ (صدی بن عجلان) (المتوفی ۸۶ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا آپؐ نے فرمایا۔

یاایھاالناس انہ لانبی بعدی ولا امۃ بعدکم فذکر الحدیث (رواہ الطبرانی ورجال احد الطریقین ثقات وفی بعضھم ضعف (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۳)

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے

ان تمام صحیح و صریح احادیث سے ختم نبوت کا مسئلہ واضح سے واضح تر ہوگیا ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ البتہ "میں نہ مانوں" کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ منکر تو یہی کہے گا ؎

آنے دو اُسے جس کے گئے چاک کیا ہے
ناصح سے گریباں کو سلانے کے نہیں ہم

اجماعِ اُمّت

جس طرح ختم نبوت کا قطعی عقیدہ قرآن کریم، احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں کافی حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر مقالہ کے اختصار کے پیش نظر ہم صرف ایک ہی حوالہ عرض کرتے ہیں حضرت ملا علیؒ القاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ جو گیارہویں صدی کے مجدد بھی بیان کئے جاتے ہیں) فرماتے ہیں کہ

ودعوی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر بالاجماع

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے

(شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲ طبع کانپور)

الحاصل مسئلہ ختم نبوت قرآن و سنت کے قطعی اور واضح دلائل و براہین سے ثابت ہے اور اجماع اُمّت اس پر مستزاد ہے۔ تو اس کے حق و صحیح ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ بہت ممکن بلکہ اغلب ہے کہ مرزائی یہ کہہ دیں ؎

ہم پیروئ احمد مرسل نہیں کرتے
ہے نام مسلماں کا مسلمان کہاں ہیں

فائدہ

جن صحیح اور صریح احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ تو ان کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کو رسالت و نبوت نہیں مل سکتی کیونکہ نصوص قطعیہ اور احادیث متواترہ صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ آپؐ خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں۔ اگر بالفرض کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے تو

اس سے ختمِ نبوّت پر زد پڑتی ہے۔ کیونکہ اس سے پیغمبروں کی تعداد و گنتی میں اضافہ ہو جائے گا اور نمبر شماری بڑھ جائے گی۔ اس کے برعکس حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے بلکہ تمام حضرات انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی تشریف آوری سے بھی گنتی اور عدد جوں کا توں رہتا ہے۔ اور اس سے ختمِ نبوّت پر قطعاً کوئی زد نہیں پڑتی۔ کیونکہ عدد اور گنتی کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی قصرِ نبوّت کی آخری اینٹ آخری نبی اور خاتم النبیّین ہیں۔ اور اس صفت میں کوئی بھی آپؐ کا مثیل، نظیر اور ثانی نہیں ہے ؎

ادھر آؤ آئینہ دیکھو یہ کیسا ہے مگر آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے

نزولِ حضرت عیسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی حیات آسمان دوم پر ان کا وجود اور قیامت سے قبل اُن کا نزول اور چالیس تک حکمرانی کرنا طے شدہ بات ہے۔ امام ابو حیان الاندلسیؒ (المتوفی ۷۴۵ھ) حضرت امام ابن عطیہؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "امّتِ مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے جس کی بنیاد متواتر احادیث پر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام زندہ ہیں اور آخر زمانہ میں نازل ہوں گے"۔ (تفسیر البحر المحیط ج۲ ص۴۷۳) امام جلال الدّین سیوطیؒ (المتوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے نزول اور ان کی نبوّت کی نفی کفر ہے۔ (الحاوی للفتاوی ج۲ ص۱۶۶)

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیلؒ بن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر احادیث سے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے۔ کہ وہ ملک شام کے شہر دمشق میں (جامع اموی) کے سفید مشرقی مینار پر (جسکو دمشقی لوگ منارۃ المسیح کہتے ہیں) صبح کی نماز کے وقت نازل ہوں گے۔ (محصلہ تفسیر ابن کثیر ج۱ ص۵۸۲)

علامہ محمد طاہر الحنفیؒ (المتوفی ۹۸۶ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام قیامت کے قریب آئیں گے کیونکہ ان کے نزول کی حدیث متواتر ہے (مجمع البحار ج۱ ص۲۷۶)

علامہ ابو محمد بن حزم الظاہریؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) فرماتے ہیں۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بغیر کسی اور نبی کے آنے کا قائل ہو۔ تو اس کے کفر میں دو مسلمانوں نے بھی شک نہیں کیا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک امر پر تمام پر حجّت قائم ہو چکی ہے (الملل والنحل ج۳ ص۱۳۹)

نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ (المتوفی ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری زمانہ میں نازل ہونا متواتر احادیث سے ثابت ہے (فتح البیان ص۲۴۴ ج۲) غرضیکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور نزول پر متواتر احادیث موجود ہیں۔ اور امت مسلمہ کا اجماع واتفاق اس پر مستزاد ہے جس کا انکار بغیر کسی ملحد کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

یہ یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ نزول آسمان سے ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ینزل من السماء آسمان سے نازل ہوں گے (کتاب الاسماء والصفات للبیہقیؒ ص۳۰۱ طبع الہ آباد و مجمع الزوائد ج۷ ص۳۴۹ و کنز العمال ج۷ ص۲۶۸ و منتخب کنز بر حاشیہ مسند احمد ج۶ ص۵۶) اور نزول کے بعد وہ چالیس سال تک زندہ رہیں گے۔ اور حکومت کریں گے (ابوداؤد ج۲ ص۲۳۸ والطیالسی ص۳۳۱ و مستدرک ج۲ ص۵۹۵ و مجمع الزوائد ج۸ ص۲۰۵) یہ حکومت قرآن و حدیث اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپؐ کے وفادار خلیفہ کے حکم میں ہوں گے

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت اور اس کو نبی ماننے والا واجب القتل ہے

نصوص قطعیہ۔ احادیث صحیحہ متواترہ اور اجماع امت سے مسئلہ ختم نبوت کا اتنا اور ایسا قطعی ثبوت ہے کہ اس میں تامل کرنے والا بھی کافر ہے۔ بلکہ صحیح اور صریح احادیث کی رو سے مدعی نبوت اور اس کو نبی ماننے والا واجب القتل ہے۔ مگر یہ قتل صرف اسلامی حکومت کا کام ہے نہ کہ رعایا اور افراد کا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود (المتوفی ۳۲ھ) سے روایت ہے۔

قال قد جاء ابن النواحة وابن اثال رسولین لمسیلمة الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لهما رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشهدان انی رسول اللہ؟ فقالا نشهد ان مسیلمة رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وہ فرماتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے دو سفیر عبداللہ بن نواحہ اور اسامہ بن اثال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم اس کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ رسول ہوں؟ انہوں نے کہا کہ ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے (معاذ اللہ تعالیٰ)

وسلم آمنت باللہ ورسلہ لو کنت قاتلاً رسولاً لقتلتکم قال عبداللہ رضؓ فمضت السنۃ بان الرسل لا تقتل فاما ابن اثال فکفاناہ اللہ واما ابن النواحہ فلم یزل فی نفسی حتیٰ امکننی اللہ تعالیٰ منہ (ابوداؤد الطیالسی ص۳۴ والفظ لہ ومستدرک ج۳ ص۵۳ ، قال الحاکم والذہبی صحیح ومشکوٰۃ ج۲ ص۳۴۷ ومسند احمد ج۱ ص۳۹۰ ونحوہ فی الدارمی ص۳۳۲ طبع ہند)

آپ ... فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ اگر میں کسی قاصد کو قتل کرتا تو تمہیں قتل کر دیتا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بین الاقوامی دستور اور سنت یوں جاری ہے کہ سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا رہا۔ ابن اُثال کا معاملہ تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کی کفایت کر دی (اسامہؓ بن اُثال بعد کو مسلمان ہو گئے تھے۔ البدایۃ والنہایۃ ج۶ ص۵۲) اور ابن نواحہ کا معاملہ میرے دل میں کھٹکتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی قدرت دی اور میں نے اُسے قتل کروایا

ابوداؤد ج۲ ص۲۴ اور مستدرک ج۳ ص۵۲ میں ایک اور سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ یہ اس حدیث کی صرف متابع اور شاہد ہے۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرنا سو الاواجب القتل ہے۔ رکاوٹ صرف پیش آئی کہ اُس وقت اُسامہؓ بن اُثال اور عبداللہ بن نواحہ سفیر تھے۔ اور سنت اور اس وقت کے بین الاقوامی دستور کے مطابق سفراء کو قتل نہیں کیا جاتا تھا تاکہ پیغام رسانی میں کسی قسم کی کوئی کمی اور کوتاہی باقی نہ رہ جائے۔ حضرت عثمان رضؓ کے دورِ خلافت میں جب حضرت عبداللہ بن مسعود کوفہ کے گورنر تھے تو عبداللہ بن نواحہ ان کے قابو آ گیا اور وہ اپنے اس باطل عقیدہ سے باز نہ آیا۔ اور توبہ کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت قرظہ بن کعب کو حکم دیا۔ کہ وہ ابن نواحہ کی گردن اڑا دے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا (مستدرک ج۳ ص۵۳ قال الحاکم والذہبی صحیح)

اور حضرت ابن مسعود رضؓ نے اس موقعہ پر ابن نواحہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ!

فانت الیوم لست برسول فامر قرظہ رضؓ بن کعب فضرب عنقہ فی السوق ثم قال من اراد ان ینظر الی ابن النواحۃ قتیلاً بالسوق (ابوداؤد ج۲ ص۲۴)

آج کے دن تو تو قاصد نہیں ہے۔ پھر انہوں نے حضرت قرظہ رضؓ بن کعب کو حکم دیا۔ اور انہوں نے کوفہ کے بازار میں ابن نواحہ کی گردن اُڑا دی پھر فرمایا کہ جو شخص ابن نواحہ کو بازار میں مقتول دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھ لے

اور سنن الکبریٰ ج ۸ ص۲۰۶ اور طحاوی ج ۲ ص۱۰۲ میں روایت ہے۔ کہ عبداللہ بن نواحہ کوفہ کی مسجد بنو حنیفہ میں نماز پڑھتا تھا۔ اور اس کے مؤذن نے اذان میں اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے بعد وَ اَنَّ مُسَیْلِمَۃَ (الکذاب) رَسُوْلُ اللّٰہ کہا (معاذ اللہ تعالیٰ)

زندیق کی تعریف

زندیق شرعاً ہر ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہو اور شعائر اسلام کا اظہار بھی کرتا ہو۔ مگر کسی کفریہ عقیدہ پر ڈٹا ہوا ہو۔ چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمہ اللہ المتوفی ۷۹۲ھ لکھتے ہیں کہ!

وان کان مع اعترافہ بنبوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واظہار شعائر الاسلام یبطن عقائد ھی کفر بالاتفاق خُصَّ باسم الزندیق اھ (شرح مقاصد ج ۲ ص۲۶۸ ومثلہ فی کلیات ابی البقاء رح ص۵۵۳

اگر وہ شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتا ہے اور شعائر اسلام کا اظہار بھی کرتا ہے لیکن دل میں ایسے عقیدے رکھتا ہے۔ جو بالاتفاق کفر ہیں۔ تو وہ زندیق ہے

اور حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ زندیق کا یہ معنی بیان کرتے ہیں

او من یبطن الکفر ویظھر الایمان الخ (مرقات ج ۷ ص۱۰۴

یا وہ کفر کو چھپاتا اور ایمان کو ظاہر کرتا ہو

علامہ ابن عابدین . . . . . الشامی رحمہ اللہ المتوفی ص۱۲۵۲ھ فرماتے ہیں کہ!

فان الزندیق یموہ بکفرہ ویروج عقیدتہ الفاسدۃ ویخرجھا فی الصورۃ الصحیحۃ وھذا معنی ابطان الکفر اھ (شامی ج ۳ ص۳۲۴

زندیق ملمع سازی کرکے اپنے کفر کو پیش کرتا ہے فاسد عقیدہ کی ترویج کرتا ہے۔ اور اس کو صحیح صورت میں ظاہر کرتا ہے اور کفر کے چھپانے کا یہی مطلب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ احمد بن عبدالرحیم رحمہ اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں

وان اعترف بہ ظاھراً لکنہ یفسر بعض ما ثبت من الدین بخلاف ما فسرہ الصحابۃ رض والتابعون رح واجمعت علیہ

اور اگر وہ ملحد ظاہری طور پر تو دین کو مانتا ہے مگر ضروریات دین میں کسی چیز کی ایسی تفسیر کرتا ہے جو حضرات صحابہ کرام رض اور تابعین رح اور امت کے

سیشد دھذا الدین برجال لیس لہم عند اللہ خلاق (الجامع الصغیر ج ۲ ص۳۶ وقال صحیح والسراج المنیر ج ۲ ص۲۵۳ وقال حدیث صحیح

عنقریب اس دین کو ایسے مردوں کیساتھ مضبوط کیا جائیگا جن کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک (ایمان وغیرہ کا) کوئی حصہ نہ ہوگا۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ باطل فرقوں میں سے کسی شخص کے قول وفعل سے دین اسلام کی تقویت تو ہوسکتی ہے۔ مگر اسلام کے کسی مسئلہ اور پہلو کی تائید وتقویت سے فاجر وملحد وزندیق کا ایمان و اسلام اور تقویٰ ثابت نہیں ہوسکتا اور اس کے مومن ومسلم کہلانے سے وہ مومن ومسلم نہیں ہوسکتا کیونکہ اسلام کے قطعی عقائد سے اس کا انکار ہوتا ہے اور دل ایمان وایقان سے خالی ہوتا ہے ؎

سفر کی سمت کا کوئی تعین ہو تو کیسے ہو
غبار کارواں کچھ، راستہ کچھ اور کہتا ہے

محض نبوّت کے زبانی اقرار سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا

حضرات فقہاء کرام رح محدثین عظام رح اور متکلمین ذوی الاحترام کے نزدیک ایمان کی شرعی تعریف یہ ہے

واما فی الشرع فھو التصدیق بما علم مجیئی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ ضرورۃ تفصیلاً فیما علم تفصیلاً واجمالاً فیما علم اجمالاً وھذا مذھب جمھور المحققین (فتح الملہم ج ۱ ص۱۵۲)

شریعت میں ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس ضروری چیز کی تصدیق کی جائے جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں۔ جو چیزیں تفصیلاً معلوم ہوں۔ ان کی تفصیلاً تصدیق ہو اور جو چیزیں اجمالاً معلوم ہوں ان کی اجمالاً تصدیق ہو۔ یہی جمہور محققین کا مذہب ہے

اس سے ایمان کا شرعی معنیٰ واضح ہوگیا۔ نہ یہ کہ محض آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کے اقرار سے کوئی مسلمان ہوسکتا ہے۔ امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام (المتوفی ۲۱۳ یا ۲۱۸ھ) مسیلمہ (بن حبیب وقیل ابن ثمامہ ابو ثمامہ الکذب) کے بارے لکھتے ہیں۔ کہ!

واحل لھم الخمر والزنا ووضع عنھم الصلوٰۃ وھو مع ذلک یشھد لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانہ نبی

مسیلمہ نے ان کیلئے شراب وزنا کو حلال کیا۔ اور نماز کی چھٹی دے دی۔ مگر بایں ہمہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے یہ شہادت دیتا تھا

کہ آپؐ نبی ہیں (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۵۷۷)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں شراب وزنا کی حرمت قطعی ہے۔ ان کو حلال کرنا اور نمازوں کو معاف کرنا جن کا پڑھنا اور ادا کرنا آپؐ کی شریعت میں دین کی بنیاد ہے۔ قطعاً کفر ہے پھر محض زبانی طور پر آپؐ کی نبوّت کے اقرار کرنے سے مسیلمہ کذاب کو کیا فائدہ ہوا ؟

اور وہ کفر سے کیونکر بچ سکا۔ اور پھر خود نبوّت کا دعویٰ کرنے سے وہ غضبٌ علیٰ غضب اور کفر فوق کفر کا مرتکب ہوا (عیاذاً باللہ تعالیٰ)۔

شیخ الاسلام حافظ احمدؒ بن عبدالحلیمؒ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ!

قد اجمع المسلمون ان من سبّ اللہ تعالیٰ او سبّ رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او دفع شیئاً مما انزل اللہ او قتل نبیاً من انبیاء اللہ انہ کافر وان کان مقرًّا بما انزل اللہ تعالیٰ اھ

(الصارم المسلول ص ۵۱۲)

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع و اتفاق ہے۔ کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بُرا کہا۔ یا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام میں سے کسی کو رد کر دیا۔ یا اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے کسی نبی کو شہید کر دیا۔ تو وہ شخص کافر ہے اگرچہ زبانی طور پر وہ مَا اَنْزَلَ اللہ تعالیٰ کا مُقر ہو

یہ تمام صریح حوالے اس پر دال ہیں کہ صرف زبانی طور پر اسلام کا دعویٰ کرنا یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمؐ کی نبوّت و رسالت کا اقرار کر لینا ہی مسلمان کہلانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ بلکہ تمام ضروریات دین کا یقین و اذعان کرنا ضروری ہے۔ لاریب فیہ

مرزا صاحب کے دعوائے نبوّت کی حقیقت اور ضرورت

آج سے تقریباً دو سو سال پہلے انگریز قوم نے کئی سمندر پار سے تاجرانہ صورت میں آکر سونے کی چڑیا (ہندوستان) پر مکارانہ اور غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ اور مجاہدین اسلام اور حریت پسندوں سے متعدد معرکوں میں مقابلہ بھی کیا جن میں معرکہ شاملی وغیرہ بھی شامل ہے۔ مگر اپنے تدبّر اور عیاری سے اپنا اقتدار اور تسلط پورے ہندوستان پر جما لیا اور اُس کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہو گئی۔ اس دور میں ہندوستان میں علمی عملی اور سیاسی طور پر مسلّم شخصیت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) کا فتویٰ پورے ہندوستان میں گونج رہا تھا۔ کہ انگریز کے تسلط جما لینے کے بعد ہندوستان دار الحرب ہے (ملاحظہ ہو فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۷ و ج ۱ ص ۱۱) علماء کرام اور عامۃ المسلمین اس فتویٰ سے بڑے متاثر اور مطمئن

تھے۔ برعکس اس کے انگریز اس سے بہت ہی خائف اور پریشان تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کا اثر بالکل زائل یا کم ہو۔

اس وقت ایک طرف تو بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحبؒ رسالہ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام لکھ کر انگریز کا کچھ غم ہلکا کیا۔ اور پھر ان کے فرزند فاضل ابن الفاضل ابوالبرکات آل الرحمٰن محمد مصطفٰے رضا خاں صاحب اور ان کے تقریباً تیرہ ہمنوا جید علماء اور مصدقین نے اختراعی مقدمات جوڑ جوڑ کر انگریز کے خلاف جہاد کو حرام حرام قرار دیا۔ (دیکھئے طرق الہدیٰ والارشاد ص۳۱ طبع بریلی) اور دوسری طرف بعض غیر مقلدین حضرات نے اپنے جاہ و جلال اور ریاستوں کی حفاظت اور انگریز کی کاسہ لیسی کی خاطر انگریز قوم کے خلاف جہاد حرام قرار دیا چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں کہ۔ کہ کسی نے نہ سنا ہوگا۔ کہ آج تک کوئی مؤحد متبع سنت حدیث و قرآن پر چلنے والا بے وفائی اور اقرار توڑنے کا مرتکب ہوا ہو یا فتنہ انگیزی اور بغاوت پر آمادہ ہوا ہو۔ جتنے لوگوں نے غدر میں شر و فساد کیا۔ اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے۔ سب کے سب مقلدان مذہب حنفی تھے۔ (الحمد للہ تعالیٰ) صفدر نہ متبعان حدیث نبوی بلفظہٖ (ترجمان وہابیہ ص۲۵) اسی اثناء میں انگریزی حکومت کو مستحکم کرنے کے لئے انگریز کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی کو جعلی نبوت عطا ہوئی۔ تاکہ وہ جہاد کو منسوخ کر کے انگریز کے قدم مضبوط کرے۔ اور دینی طور پر لوگوں کی ذہن سازی کرے اور یہ خالص حقیقت ہے کہ انگریز کے اس خود کاشتہ پودا نے انگریز کے لئے بہت کچھ کیا۔ اور اس کے حق میں بہت کچھ کہا ہے اور اس خانہ ساز طریقہ سے اس نے اسلام کی مضبوط اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار دل میں دراڑیں ڈالنے کی بےحد کاوش اور سعی کی اور انگریز نے اس سے کرائی ہے حضرت مولانا ظفر علی خان صاحبؒ نے برمحل یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ؎

کاٹنا مقصود ہے جس سے شجر اسلام کا   قادیاں کے لنڈی ہاتھوں میں وہ آری بھی دیکھ

مولانا موصوفؒ نے جو فرمایا ہے وہ سراسر حقیقت ہے۔ مرزا صاحب نے براہین (نامی کتاب) کی پچاس۵۰ جلدیں لکھنے کا اعلان کیا اور اس کے لئے خوب چندہ فراہم کیا۔ جب پانچ جلدیں لکھ چکے تو چپ سادھ گئے۔ لوگوں نے وعدہ پورا کرنے کا تقاضا کیا۔ تو یوں گویا ہوئے۔ پہلے پچاس۵۰ لکھنے کا ارادہ تھا۔ مگر پچاس۵۰ سے پانچ پر اکتفا کیا گیا۔ اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطے اور (صفر) کا فرق ہے۔ اس لئے پانچ حصوں سے وعدہ پورا ہوگیا۔ (بلفظہٖ براہین حصہ پنجم ص۷)

سبحان اللہ تعالیٰ اربعین (نامی کتاب) کے چالیس نمبر لکھنے کا اعلان کیا جب چار حصے لکھ کر ترکی ختم ہوگئی اور چندہ ہضم ہوگیا۔ تو یہ کہا کر چار کو بجائے چالیس کے خیال کرو (اربعین ج ۴ ص ۱۲۴) یعنی ایک صفر اور زیر دا اپنی طرف سے ڈال کر پانچ کو پچاس اور چار کو چالیس بنا ڈالو کیا خوب؟ مرزا صاحب نے صداقت اسلام پر تین سو دلائل پیش کرنے کا دعویٰ اور اعلان کیا۔ جب چندہ اکٹھا اور عیش کوشی کا سامان مہیا ہوگیا تو صرف دو دلیلیں لکھ کر خاموش ہو گئے (دیکھئے براہین ص ۱۰ حصہ پنجم) اب یہ بات تو مرزا غلام احمد صاحب کی خانہ ساز نبوت ہی جانے کہ دو کو تین سو پر کیسے فٹ کیا جاسکتا ہے؟ اور ایسے صریح مکر و فریب کا ان کے پاس کیا جواز ہے؟ مگر یہ نہ پوچھئے آخر انگریزی نبی جو ہوئے؟

؎ دل فریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی — ایک سے دن کہا دوسرے سے رات کہی

مرزا صاحب کا اپنا اقرار

بجائے اس کے کہ ہم دیگر مؤرخین کے حوالوں سے یہ ثابت کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد کو حرام قرار دیا۔ اور انگریز کی بڑھ چڑھ کر اور ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے حمایت و تائید کی خود ان کے اپنے حوالے ہی کفایت رہیں گے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

۱ ۔ میری عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گذرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں۔ اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں۔ تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں (تریاق القلوب طبع اوّل ص ۱۵ و طبع دوم ص ۲۷)

جس شخص کی زندگی کا بیشتر حصہ انگریزی حکومت کی تائید و اطاعت اور جہاد کی ممانعت و مخالفت میں گزرا۔ اور اس قدر اس نے کتابیں اور رسالے لکھے ہوں۔ کہ ان سے پچاس الماریاں بھر جاتی ہوں۔ تو ایسے شخص کے انگریزی سلطنت کے وفادار اور خود کاشتہ پودا ہونے کے بارے میں کیا شک و تردد ہو سکتا ہے؟

۲ ۔ ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے۔ اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے۔ اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے۔ کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے

(ضمیمہ رسالہ جہاد ص ۶)

۳ ۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے۔ ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ

جہاد کا انکار کرنا ہے (تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص۱۷)

۴ - میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس رسالہ کو بلاد عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں۔ کیونکہ اس کتاب کے ص۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے۔ اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ فرض کر رکھا ہے۔ کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں۔

تبلیغ رسالت جلد دہم ص۲۶

۵ - مرزا صاحب نے جہاد کی مخالفت اور ممانعت پر جہاں نثر کے ذریعہ زور لگایا ہے وہاں نظم و شعر میں بھی جہاد کی حرمت کو خوب خوب اجاگر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

~ چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال | دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد | منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳۹)

۶ - بلکہ جہاد اب قطعاً حرام ہے (تحفہ گولڑویہ ص۱۲۸ و منہاج المصالح ص۱۸۰)

۷ - سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا (تبلیغ رسالت ص۴۵ و ص۴۶)

ان تمام صریح اور روشن حوالوں سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بعثت از طرف برطانیہ محض اپنی تائید و اطاعت کو نمایاں کرنے اور جہاد کو حرام قرار دینے کے لئے ہوئی تھی۔ اور مرزا صاحب کے چیلوں نے دین کے لئے لڑنے کو حرام سمجھ کر انگریز کے ہاتھ خوب مضبوط کئے۔ اور آج بھی انہی ممالک میں اُن کے اڈے ہیں۔ جہاں انگریز کا ذہن اور تہذیب و تمدن موجود ہے۔ کیونکہ فطری امر ہے۔ کہ ہر درخت اپنے مناسب ماحول ہی میں برگ و ثمر لاتا ہے۔ تو قادیانیت کا خود کاشتہ پودا بھلا اس فطری معاملہ سے کیسے الگ رہ سکتا ہے۔

صریح دھوکہ

قادیانی عوام الناس کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی ہیں آپ پر جو نبوت ختم ہوئی ہے وہ تشریعی ہے۔ اور مرزا صاحب تو آپ کے اُمتی اور غیر تشریعی نبی ہیں لہٰذا مرزا صاحب کو امتی اور غیر تشریعی نبی تسلیم کرنے سے ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی اور لفظ خاتم النبیین اپنے مقام پر ڈٹا رہتا ہے۔ مگر یہ سراسر دھوکہ ہے۔ اوّلاً۔ اس لئے کہ ہم نے

قرآن کریم اور صریح و صحیح احادیث کے حوالے سے یہ بات عرض کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے۔ نہ تو آپؐ کے بعد کوئی شریعت والا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور نہ غیر شریعت والا (شانیاً) اس لئے مرزا صاحب نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ!

اگر کہو کہ صاحب الشریعۃ افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے، نہ ہر ایک مفتری تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو۔ کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے۔ اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہو گیا پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی!

(رسالہ اربعین ع۴ ص۶)

اس حوالہ سے بالکل واضح ہو گیا۔ کہ مرزا صاحب کا صاحب الشریعۃ نبی ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور ان کی وحی میں بقول اُن کے اوامر بھی ہیں اور نواہی بھی! ایک امر تو یہ ہے۔ کہ جہاد حرام ہے۔ اب جو شخص دین کے لئے جہاد کرتا ہے۔ تو بقول مرزا صاحب وہ خدا کا دشمن اور نبی کا منکر ہے۔ اور یہ حرمت جہاد بھی قطعی ہے۔ بھلا عین ضرورت کے وقت اس وحی سے ٹیچی ٹیچی (مرزا صاحب کے پاس آنے والے فرشتے کا نام ٹیچی تھا۔ حقیقۃ الوحی ص۳۳۲) کی طرف سے آئی سفید فام آقا کیوں خوش نہ ہوتا!

مطیع ہونے کا دعویٰ باطل ہے

خود مرزا صاحب اور ان کی رُوحانی ذریت مسلمانوں کو یہ بھی باور کراتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تابع مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ اور ان کی (جعلی اور اختراعی) نبوت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا ظل۔ سایہ اور بروز ہے۔ مگر مرزا صاحب کے اپنے بیانات اس کے خلاف ہیں وہ معاذ اللہ تعالیٰ اپنے کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین بلکہ آپؐ سے بڑھا ہوا تصور کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

۱۔ منم مسیح زماں منم کلیم خدا   منم محمد احمد کہ مجتبیٰ باشد (تریاق القلوب ص۳)

۲۔ آدمم نیز احمد مختار   در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ دادہ است ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بتمام (نزول المسیح ۹۹)

۲ ۔ جو شخص مجھ میں اور نبی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کرتا ہے۔ اس نے مجھے نہیں جانا اور نہیں پہچانا (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱) (معاذ اللہ تعالیٰ) ان عبارات میں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو معاذ اللہ تعالیٰ عین محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثابت کیا ہے

۳ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دین کی حالت پہلی شب کے چاند کی طرح تھی۔ مگر مرزا صاحب کے وقت چودھویں رات کے چاند اور بدر جیسی ہے (محصلہ خطبہ الہامیہ ص۱۸۱) نیز لکھا ہے۔ پہلے اسلام ہلال تھا اب بدر ہو گیا ہے (ایضاً محصلہ ص۱۸۴، ص۱۹۸)

۴ ۔ غلبہ کاملہ (دین اسلام) کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا۔ یہ غلبہ مسیح موعود (مرزا) کے وقت ظہور میں آئے گا (چشمۂ معرفت ص۸۲)

۵ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات ہیں (تحفہ گولڑویہ ص۶۳) مگر مرزا صاحب کے دس لاکھ نشان ہیں (تذکرۃ الشہادتین ص۴۱) معجزہ اور نشان ایک ہوتا ہے

(نصرۃ الحق ص۴۷ مؤلفہ مرزا غلام احمد)

۶ ۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا (حقیقۃ الوحی ص۸۹) مرزا صاحب بعجیب ظلی، بروزی مطیع اور غیر تشریعی نبی ہیں۔ کہ ان کا تخت تو سب نبیوں سے اوپر اور اونچا بچھایا گیا۔ مگر ذو ظل نیچے رہے۔

۷ ۔ نیز لکھا ہے کہ اس وقت ہمارے قلم رسول اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے برابر ہیں۔

(ملفوظات احمدیہ جلد ۱ ص۲۴۶)

ان عبارات میں مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی فوقیت اور برتری کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ)

قارئین کرام! کہاں تک مرزا قادیانی کی خرافات نقل کی جائیں۔ ان کی جملہ کتابیں ایسی خرافات سے پر ہیں۔ ان حوالوں میں مرزا صاحب نے پہلے تو معاذ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مدغم ہونے اور آپ میں حلول ہونے اور اتحاد کا باطل دعویٰ کیا ہے۔ پچھلی عبارات میں آپ سے معاذ اللہ تعالیٰ فوقیت اور برتری کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔ اور یہ سب کچھ کر چکنے کے بعد بھی اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُمتی تابع اور مطیع کہنے کا دم بھارتا ہے۔ اور ظلی بروزی کے چکر میں الجھا کر اپنا الو سیدھا کیا ہے۔ یہ عجیب ظل اور سایہ ہے۔ کہ اصل اور ذی ظل تو تین ہزار بار حرکت کرتا ہے (کہ آپ سے تین ہزار معجزے صادر ہوئے ہیں) مگر سایہ دس لاکھ

مرتبہ اٹھتا، اُچھلتا، ناچتا اور کودتا ہے۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ ہے وہ پھر بھی اصل کا سایہ اور ظل ہی مرزا صاحب کی یہ نرالی منطق ہے۔

۸ ۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے (حقیقۃ الوحی ص۱۴۸ منقول از ریویو جلد اول ص۶ ۲۵۷)

۹ ۔ نیز لکھتا ہے کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے
(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۴۹ و دافع البلاء ص۲۰)

بلکہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سے بڑھ کر توہین کی ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ!

۱۰ ۔ عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے۔ کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۶)

۱۱ ۔ آپ کا خاندان بھی نہایت ہی پاک و مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۷)

۱۲ ۔ یہ تو وہی بات ہوئی۔ کہ جیسا کہ ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔ آپ کو گالیاں دینی اور بد زبانی کی اکثر عادت تھی (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۵)

۱۳ ۔ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں۔ یعنی سب یوسف (نجار) اور مریم کی اولاد تھی
(حاشیہ کشتی نوح ص۱۶)

۱۴ ۔ چونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس۲۲ برس کی مدت تک نجاری (بڑھیوں اور ترکھانوں) کا کام بھی کرتے تھے (ازالۃ الاوہام ص۱۲۵)

۱۵ ۔ ہائے کس کے سامنے یہ ماتم لے جائیں۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ اور آج کون زمین پر ہے۔ جو اس عقدہ کو حل کرے
(اعجاز احمدی ص۱۴)

۱۶ ۔ اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کی ہدایت و اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توراۃ عین حمل میں نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق

توڑا گیا۔ اور تعداد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی۔ کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ سب مجبوریاں تھیں۔ جو پیش آ گئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابلِ رحم تھے نہ قابلِ اعتراض (کشتی نوح صفحہ ۱۶) معاذاللہ تعالیٰ

ضروریاتِ دین میں تاویل بھی کفر ہے

جس طرح ضروریات دین میں سے کسی عقیدہ کا انکار کفر ہے اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے۔ اور ایسے مقام پر عمدہ سے عمدہ اور خوبصورت سے خوبصورت تاویل بھی کفر سے نہیں بچا سکتی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے چند حوالے عرض کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱ ۔ علامہ محقق الحافظ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی رح (المتوفی سنہ ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں۔

لان الکفر ھو جحد الضروریات من الدین او تاویلھا (ایثار الحق علی الخلق ص ۴۲۱)

ضروریات دین کا انکار اور ان کی تاویل کفر ہے۔

اور نیز تحریر فرماتے ہیں کہ!

مذھب الاکثرین من الائمۃ و جماھیر علماء الامۃ وھو التفصیل والقول بان التاویل فی القطعیات لا یمنع الکفر (اتحاف ج ۲ ص ۱۳)

اکثر آئمہ اور جمہور علماء امت کے مذہب میں قول مفصل یہ ہے کہ قطعیات (اور ضروریات دین) میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی۔

۲ ۔ مشہور متکلم علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ الخیالی رح (المتوفی سنہ ۸۶۲ھ) اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رح (المتوفی سنہ ۱۰۶۷ھ) لکھتے ہیں واللفظ لہٗ

التاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر (الخیالی ص ۱۳۶ مع حاشیہ فاضل سیالکوٹی رح)

ضروریات دین میں تاویل کفر سے نہیں بچاتی

۳ ۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح فرماتے ہیں کہ!

ثم التاویل تاویلان تاویل لا یخالف قاطعاً من الکتاب والسنۃ واتفاق الامۃ وتاویل یصادم ما ثبت بالقاطع

تاویل کی دو قسمیں ہیں ایک تاویل وہ ہے جو کتاب و سنت اور اتفاق امت کے قطعی دلائل کے مخالف نہ ہو اور دوسری تاویل وہ ہے

فند الله الزندقه (مسوی ج ۱ ص ۱۰۹)

جو اس چیز سے متصادم ہو جو قطعی طور پر ثابت ہے۔ ایسی تاویل زندقہ ہے

حافظ ابن الہمام محمد بن عبد الواحد (المتوفی سنہ ۸۶۱ھ) لکھتے ہیں کہ!

الاتفاق علی ان ما کان من اصول الدین وضروریاته یکفر المخالف فیه (مسامرہ ج ۲ ص ۲۱۲ طبع مصر)

اس پر اتفاق ہے کہ اصول دین اور ضروریات دین کا جو شخص مخالفت کرتا ہے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور علامہ ابن عابدین الشامی (المتوفی سنہ ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ!

لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کما فی شرح التحریر (رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرات فقہاء کرام رح کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص ضروریات اسلام کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ اہل قبلہ میں سے ہو اور اپنی ساری زندگی اس نے طاعات و عبادات میں گذار دی ہو

علامہ ابو البقاء (المتوفی سنہ) فرماتے ہیں کہ!

ولا نزاع فی اکفار منکر شیٔ من ضروریات الدین (کلیات ابی البقاء ص ۵۵۴)

جس شخص نے ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کا انکار کیا تو اس کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے

اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح (المتوفی سنہ ۱۰۲۴ھ) اہل قبلہ کی تکفیر کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ!

در تکفیر آنہا جرأت نباید نمود تا زمانیکہ انکار ضروریات دینیہ ننمایند و ردّ متواترات احکام شرعیہ نکنند (مکتوبات امام ربانی ج ۳ ص ۳۸ و ج ۸ ص ۹۰)

ان کی تکفیر میں جرأت نہیں کرنی چاہیے تاوقتیکہ وہ ضروریات دینیہ اور احکام شرعیہ کے متواترات کا انکار نہ کریں۔

اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح فرماتے ہیں۔

اگر مخالف ادلّہ قطعیہ است یعنی نصوص متواترہ و اجماع قطعی است او را کافر باید شمرد اھ (فتاوی عزیزی جلد ۱ ص ۱۵۶)

اگر ادلّہ قطعیہ یعنی نصوص متواترہ اور اجماع قطعی کا مخالف ہو تو اسے کافر ہی سمجھنا چاہیے۔

ان تمام صاف اور صریح حوالوں سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی۔ کہ جس طرح ضروریات دین میں سے کسی قطعی اور ثابت شدہ امر کا انکار کفر ہے۔ اسی طرح اس کی تاویل بھی کفر ہے

۔ اور تاویل ایسے مؤول کو کفر سے نہیں بچاتی ۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ وغیرہ بزرگوں کے حوالوں سے یہ بات بھی بالکل عیاں ہوگئی ۔ کہ کتاب و سنت متواترہ اور اجماع اُمت سے جو چیز ثابت ہو ۔ وہ قطعی اور ضروریات دین میں سے ہوتی ہے

اور بحمداللہ تعالیٰ مسئلہ ختم نبوت کتاب و سنت کے روشن دلائل اور اجماع اُمت سے ثابت ہے ۔ بقدر ضرورت اسی پیش نظر مقالہ میں حوالے مذکور ہیں ۔

نعمت اللہ قادیانی کی افغانستان میں سنگساری

مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک چیلہ نعمت اللہ قادیانی ، غازی امان اللہ خاں مرحوم شاہ افغانستان کے دور میں افغانستان میں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے گیا ۔ وہاں کے جید علماء کرام اور غیور مسلمانوں نے اُسے گرفتار کروایا اور اسلامی عدالت کی طرف سے اس کے سنگسار کرنے کا فیصلہ صادر ہوا ۔ چنانچہ اس کو بر سرِ عام سنگسار کیا گیا ۔ اور قادیانیت کے فتنہ بازوں کو پھر وہاں جانے کی جرأت ہی نہ ہوئی ۔ اور وہ علاقہ اس طرح قادیانیت کی نحوست سے محفوظ رہا ۔ اس نعمت اللہ کے سنگسار کئے جانے پر مرزا غلام احمد قادیانی اور لاہوری پارٹی کے سربراہ مسٹر محمد علی لاہوری اور ان کے چیلوں نے ہندوستان میں خوب واویلا مچایا اور اخبارات و رسائل میں اس پر بڑی لے دے کی ۔ اس دور میں حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ (المتوفی ۱۳۶۹ھ بعمر ۶۴ سال ایک ماہ بارہ دن) نے علماء افغانستان کے فتویٰ کے درست ہونے اور نعمت اللہ کے ارتداد کی وجہ سے قتل کئے جانے کو قرآن کریم صحیح احادیث اور فقہاء ملت کے صریح فتووں سے جائز ثابت کیا ۔ اور اس پر انہوں نے علمی رسالہ تصنیف فرمایا ۔ جس کا نام الشہاب لرجم الخاطف المرتاب تجویز فرمایا ۔

یہ رسالہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ میں تحریر کیا گیا ۔ اس رسالہ کو مسٹر ظفر اللہ خاں مرتد کی کوشش سے جو بدقسمتی سے اس وقت پاکستان کا وزیر خارجہ تھا ۔ اور اسی کی وجہ سے ابتداء میں پاکستان کے تعلقات حکومت افغانستان سے خاصے کشیدہ رہے ۔ بلکہ خراب کئے گئے پاکستان میں خلاف قانون قرار دے دیا گیا ۔ حالانکہ حضرت مولانا عثمانیؒ پاکستان کے شیخ الاسلام تھے ۔ مگر کچھ نہ کیا جا سکا ۔ اور یہ رسالہ ضبط کر لیا گیا ۔ اس رسالہ میں حضرت مولانا عثمانیؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے صریح حوالوں سے اس کے ادعائے نبوت کا اور تمام اہلِ اسلام

کے ہاں ختم نبوت کے قطعی عقیدہ کی مرزا قادیانی کی طرف سے بے جا اور باطل تاویلات اور تحریفات کا ذکر کرکے اس کا ملحد و زندیق ہونا اور قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی سے مرتد کا واجب القتل ہونا ثابت کیا ہے۔

چنانچہ مولانا عثمانی رحمہ فرماتے ہیں۔

اس تمام تقریر سے یہ نتیجہ نکلا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کی ختم نبوت کو رد کرنے والی تصریحات ہم نقل کر چکے ہیں۔ اسلام کے قطعی عقیدہ کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ سے مرتد اور زندیق ہے۔ اور جو جماعت ان تصریحات پر مطلع ہو کر ان کو صادق سمجھتی رہے۔ اور ان کی حمایت میں لڑتی رہے۔ وہ بھی یقیناً مرتد اور زندیق ہے۔ خواہ وہ قادیان میں سکونت رکھتی ہو۔ یا لاہور میں! جبتک وہ ان تصریحات کے غلط اور باطل ہونے کا اعلان نہ کریگی۔ خدا کے عذاب سے خلاصی پانے کی اس کے لئے کوئی سبیل نہیں بلفظہ (الشہاب صفحہ طبع دیوبند)

اس سے صاف طور پر واضح ہوگیا۔ کہ پاکستان کے شیخ الاسلام کے نزدیک مرزائیوں کی دونوں پارٹیاں قادیانی اور لاہوری مرتد اور زندیق ہیں۔ اور قتل کے بارے وہ یہ حوالہ نقل کرتے ہیں کہ

وقد اتفق الائمۃ علیٰ ان من ارتد عن الاسلام وجب قتلہ وعلیٰ ان قتل الزندیق واجب وہو الذی یسر الکفر ویتظاہر بالاسلام

(المیزان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۶۵ لعبد الوہاب شعرانیؒ)

بلاشبہ تمام حضرات ائمہ کرامؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ اور اس پر بھی اُن کا اجماع ہے۔ کہ زندیق کا قتل کرنا بھی واجب ہے اور وہ ایسا شخص ہے۔ جو کفر کو چھپاتا اور اسلام کا اظہار کرتا ہے

مرتد کی سزا

اسلام میں غیر مسلموں کے لئے تبلیغ و ترغیب تو ہے۔ لیکن لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن کے قاعدہ کے مطابق جبراً کسی کو مسلمان نہیں بنایا جاسکتا لیکن اگر کوئی مسلمان ہے۔ اور وہ بدبخت اسلام سے پھر کر مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ تعالیٰ) تو وہ خدا تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باغی ہے۔ جب دنیا کی کسی حکومت میں باغی کسی رعایت کا مستحق نہیں بلکہ تختہ دار پر لٹکائے جانے کے قابل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے باغی کے لئے رعایت کی گنجائش کیسے؟ بلکہ اگر قتل سے کوئی زیادہ سزا ہوتی تو وہ اس کا بھی مستحق ہے مرتد کا قتل کرنا قرآن و حدیث اور اجماع اُمت سے ثابت ہے۔

قرآن کریم

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل

کے بعض لوگوں کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے بچھڑے کی عبادت کر کے ارتداد اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

فَتُوبُوٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَکُمْ — سو اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان

(پ ۱ - البقرہ رکوع ۶)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اکثر تفاسیر میں لکھا ہے۔ کہ جن لوگوں نے گئو سالہ پرستی کی تھی اور جو مرتد ہو گئے تھے۔ ان کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قتل کرایا گیا جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہیں کی تھی۔ اور ان لوگوں کے واقعہ کو بیان فرما کر اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے

وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ○ (پ ۹ - الاعراف رکوع ۹)

اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا دنیا میں قتل ہے بلفظہٖ اور الشہاب میں اس پر انہوں نے مفصل بحث کی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ممکن ہے کسی کو یہ شبہ ہو۔ کہ قتل مرتدین کا یہ فیصلہ تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کا حکم تھا اور ہماری شریعت اس کے علاوہ ہے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ اولاً تو ہمارا استدلال صرف فَاقْتُلُوٓا اَنْفُسَکُمْ کے جملہ سے ہی نہیں ہے تاکہ یہ سمجھا جائے کہ یہ حکم بنی اسرائیل کے ساتھ مختص تھا۔ جو اس کے مخاطب تھے۔ بلکہ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ کے جملہ سے بھی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے مرتدین کے بارے اپنی عادت جاری بیان فرمائی ہے۔ کہ مرتدوں کو ایسی ہی سزا دیتے رہیں یا دیں گے۔ کیونکہ نَجْزِی مضارع کا صیغہ ہے جس میں حال اور استقبال کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ نے مرتدوں کی سزا کے بارے اپنی عادتِ جاریہ کا ذکر فرمایا ہے جو واضح ہے (ثانیاً) اصول فقہ کی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ!

وشرائع من قبلنا تلزمنا اذا قص اللہ ورسولہ من غیر نکیر الخ

نور الانوار ص ۲۱۶

ہم سے پہلے کی شریعتوں کے احکام جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بیان کئے ہوں اور ان پر نکیر نہ ہو تو وہ ہم پر بھی لازم ہیں۔

اور قتل مرتد کی اللہ تعالیٰ نے وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ میں تائید کی ہے نہ کہ تردید اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح احادیث قتل مرتد کی تائید کرتی ہیں ۔ نہ کہ تکیرو تردید تو قرآن کریم کی نصِ قطعی سے مرتد کی سزا قتل ثابت ہوئی ۔ جس میں کسی قسم کا کوئی شبہ و تردد نہیں ہے ۔ البتہ لاَ اُسَلِّمُ کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے ۔

مسلمانوں کو منکروں کے انکار کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے ۔ اور حق کے میدان میں بلا خطر چلنا چاہیے ؎

میدان میں گرجتا ہوا شیروں کی طرح چل
تو شیر ہے دشمن کے کلیجے کو ہلا دے

احادیث

۱۔ حضرت عکرمہؒ (المتوفی ۱۰۷ھ) سے روایت ہے کہ !

ان علیاً رضی حرق قوماً فبلغ ابن عباس رضی فقال لو کنت انا لم احرقهم لان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا تعذبوا بعذاب اللّٰہ ولقتلتهم کما قال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ (بخاری ج ۱ ص ۴۲۳ و ج ۲ ص ۱۰۲۳ و ترمذی ج ۱ ص ۱۵۱ وفیہ فبلغ ذالک علیاً رضی فقال صدق ابن عباس رضی وقال ھذا حدیث حسن صحیح وابوداؤد ص ۲۴۲ ج ۲ ونسائی ص ۱۵۱ ج ۲ ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۰۷ وسنن الکبریٰ ص ۱۹۵ ج ۸)

حضرت علی رضی نے کچھ لوگوں کو آگ میں جلا دیا ۔ یہ خبر جب حضرت ابن عباس رضی کو پہنچی ۔ تو انہوں نے فرمایا ۔ کہ اگر میں ہوتا تو میں ان کو آگ میں نہ جلاتا ، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب (آگ) سے کسی کو سزا نہ دو بلکہ میں ان کو قتل کر دیتا ۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ کہ جس نے اپنا دین (اسلام) بدل دیا ۔ تو اس کو قتل کر دو ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ جب حضرت ابن عباس رضی کی یہ بات حضرت علی رضی کو پہنچی ۔ تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی نے سچ کہا ہے ۔

اور حضرت ابن عباس رضی کی ایک روایت یوں ہے ۔

عن ابن عباس رضی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ (ابن ماجہ ص ۱۸۵ واللفظ لہ ومسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷ ومسند حمیدی ج ۱ ص ۲۴۴ وسنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۹۵ ومشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۰۷

حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ جس نے اپنا دین (اسلام) بدل دیا ۔ تو اسے قتل کر دو

والجامع الصغیر صک ج ۲ وقال صحیح ، والسراج المنیر ج۲

اس صحیح حدیث سے مرتد کا قتل بالکل آشکارا ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آنجہانی مسٹر غلام احمد پرویز کی طرح کسی کج فہم کو یہ شبہ ہو۔ کہ اس حدیث میں من بدّل دینہٗ فاقتلوہ کے عمومی الفاظ سے اسلام سے پھر جانے والے مرتد کا قتل ثابت اور متعیّن نہیں ہوتا۔ کیونکہ من بدّل دینہٗ میں الفاظ عام ہیں۔ مثلاً یہودی کا عیسائی ہو جانا یا عیسائی کا ہندو یا سکھ ہو جانا یا ہندو کا عیسائی اور یہودی وغیرہ ہو جانا وغیر ذالك۔ تو اس سے اسلام سے پھر کر مرتد ہونے والے کا قتل کیسے متعیّن ہوا؟

الجواب یہ شبہ نہایت ہی سطحی ذہن کی پیداوار ہے جس کی کوئی قدر و منزلت ہی نہیں ہے (اوّلاً) تو اس لئے کہ اسی حدیث میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ کہ

ان علیاً رضی احرق ناساً ارتدوا عن الاسلام الحدیث (ابو داؤد ص۲۴۲ ج ۲ و ترمذی ص۱۷۶ ج۱ و نسائی ص۱۵۱ ج ۲)

حضرت علی رضی نے ان لوگوں کو آگ میں جلایا تھا۔ جو اسلام سے پھر گئے تھے۔

اس سے بالکل واضح ہو گیا۔ کہ یہ کاروائی ان لوگوں کے بارے میں ہوئی۔ جو اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ وہ لوگ اسلام سے بایں طور پھر کہ پہلے مسلمان تھے پھر مرتد ہو گئے۔ یا پہلے منافقانہ طور پر انہوں نے اسلام کا اظہار کیا۔ پھر کھلے طور پر کفر کی طرف پھر گئے۔ کوئی بھی معنیٰ لیا جائے۔ یہ صحیح روایت اسلام سے پھر کر مرتد ہونے والوں کے قتل کئے جانے پر نص ہے۔ اور حضرت علی رض اور حضرت ابن عباس رض آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد من بدّل دینہٗ فاقتلوہ سے یہی سمجھے ہیں۔ کہ دین اسلام سے پھر جانے والے کا یہ حکم ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ یہ حدیث مرتد عن الاسلام کے قتل کے متعلق ہے نہ کہ ہندو سے عیسائی اور عیسائی سے یہودی وغیرہ ہو جانے کے بارے میں۔ و ثانیاً اس لئے کہ حضرت ابن عباس رض ہی سے روایت ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من جحد آیة من القرآن فقد حل ضرب عنقه الحدیث (ابن ماجه ص۱۸۵)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن کریم کی کسی آیت (یا اس سے مطلوب معنیٰ کا۔ صفدر) انکار کیا تو بلاشک اس کی گردن اڑا دینا حلال اور جائز ہے۔

۱ ۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا۔ کہ اگر کوئی شخص پورے قرآن کریم کو مانتا ہے۔ مگر اس کی کسی ایک آیت (یا اس کے مقصود معنٰی) کا انکار کرتا ہے تو وُہ مرتد اور قابل قتل ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ حدیث من بدّل دینہٗ فاقتلوہ۔ اسلام سے پھر جانے والے کے بارے میں ہے نہ کہ کسی کافر کے اپنا دین چھوڑ کر کفر کے کسی اور دین کو اختیار کر لینے والے کے بارے میں!

۲ ۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضؓ (عبداللہ بن قیس المتوفی ۴۲ھ) کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمؐ نے یمن کے ایک صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا۔ جبکہ حضرت معاذ بن جبل کو اُن کے بعد دوسرے صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا۔ حضرت معاذؓ حضرت ابو موسیٰ کی ملاقات کیلئے گئے۔ حضرت ابو موسیٰؓ نے اکرام ضیف کی مد میں حضرت معاذؓ کیلئے تکیہ ڈالا۔ اور حضرت معاذؓ ابھی تک سوار تھے۔

واذا رجل عندہ موثق قال ما هذا قال كان يهوديا فاسلم ثم تهوّد قال اجلس قال لا اجلس حتّٰى يقتل قضاء الله ورسوله ثلاث مرات فامر به فقتل

(بخاری ص۱۰۲۳ ج۲ ومختصر ص۱۰۵۹ ج۲ ومسلم ص۱۲۱ ج۲ وسنن الکبریٰ ص۲۰۵ ج۸)

تو انہوں نے حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس ایک شخص باندھا ہوا دیکھا، پوچھا کہ یہ کون ہے؟ حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ یہ پہلے یہودی تھا۔ پھر مسلمان ہوا۔ اس کے بعد پھر یہودی ہو گیا۔ فرمایا اے معاذؓ بیٹھ جاؤ۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا۔ کہ جب تک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ میں نہیں بیٹھوں گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے۔ تین دفعہ انہوں نے یہ فرمایا۔ پھر اس مرتد کے بارے میں قتل کا حکم دیا گیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

اور بخاری شریف میں دوسرے مقام پر روایت یوں ہے کہ!

فسار معاذ فی ارضه قريبا من صاحبه ابی موسٰى فجاء يسير على بغلته حتّٰى انتهى اليه واذا هو جالس وقد اجتمع اليه الناس واذا رجل عنده قد جمعت يداه الى عنقه فقال له معاذ يا عبدالله بن قيس ايّم هذا قال هذا رجل كفر بعد اسلامه قال لا انزل حتّٰى يقتل

حضرت معاذؓ اپنے علاقہ کی زمین میں اپنے ساتھی حضرت ابو موسیٰؓ کے قریب پہنچے۔ تو وُہ خچر پر سوار تھے اور حضرت ابو موسیٰؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے پاس لوگ جمع تھے۔ اور ان کے پاس ایک شخص کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا اے عبداللہ بن قیس یہ کون ہے؟ فرمایا کہ یہ شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا ہے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں ا

قال انما جئی بہ لذالک فانزلہ قال واللہ لا حتی یقتل فامر بہ فقتل ثم نزل (بخاری ج ۲ ص ۶۲۲)

وقت تک نہیں اتروں گا۔ جب تک کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا۔ اس کو اسی لئے تو لایا گیا ہے آپ اتریں فرمایا! جب تک اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔ میں نہیں اتروں گا۔ اس کو قتل کیا گیا تو وہ اُترے۔

۳ ۔ حضرت عثمانؓ بن عفان (المتوفی ۳۵ھ) سے روایت ہے۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لایحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث ان یزنی بعد ما احصن اویقتل انسانا اویکفر بعد اسلامہ فیقتل (نسائی ج ۲ ص ۱۵۱ وابوداؤد الطیالسی ص ۱۳ ومسند احمد ج ۱ ص ۶۱ و سنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۹۴)

وہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ کسی مسلمان آدمی کا خون حلال نہیں ہے۔ مگر تین چیزوں سے یہ کہ شادی کے بعد کوئی زنا کرے یا کسی انسان کو قتل کر دے یا اسلام کے بعد کفر اختیار کرے۔ تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

اور یہ روایت ابن ماجہ میں بھی ہے۔ اور اس میں الفاظ یہ ہیں۔

اورجل ارتد بعد اسلامہ (ابن ماجہ ص ۱۸۵)

یا وہ شخص جو اسلام کے بعد مرتد ہو جائے

۴ ۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ کہ!

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایحل دم رجل مسلم یشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ (بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۶ ومسلم ج ۲ ص ۵۹ و ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۲ وابن ماجہ ص ۱۸۵ ومسند احمد ج ۱ ص ۳۸۲ وسنن الکبریٰ ج ۸ ص ۱۹۴ وجلد ۸ ص ۲۰۲)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور اس کی کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ خون بہانا جائز نہیں۔ مگر تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ارتکاب سے ۱۔ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے یا ۲۔ کسی کو قتل کر دے تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا یا ۳۔ اپنے دین (اسلام) کو چھوڑ کر ملت سے جدا ہو جائے تو قتل کیا جائے گا۔

اس صحیح اور صریح حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ دین سے دین اسلام مراد ہے۔ کہ جو مسلمان اپنے دین اسلام سے پھر کر مرتد ہو جائے۔ تو وہ قابل گردن زدنی ہے۔ اور اس جرم کی وجہ سے اُسے قتل کیا جائے گا۔

۵۔ حضرت عائشہ رضؓ (المتوفاۃ ۵۸ھ) سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ارتد عن دینہ فاقتلوہ
(مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۱۶۸)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص اپنے دین (اسلام) سے پھر گیا۔ تو اُسے قتل کر دو۔

۶۔ مشہور تابعی حضرت ابو قلابہؒ (عبداللہ بن زید الجرمیؒ المتوفی ۱۰۴ھ) نے خلیفہ راشد حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ (المتوفی ۱۰۱ھ) کی بھری ہوئی عدالتی اور علمی مجلس میں یہ حدیث بیان فرمائی۔

فو اللہ ما قتل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احداً قط الا فی ثلاث رجل قتل بجریرۃ نفسہ فقتل او رجل زنی بعد احصان او رجل حارب اللہ ورسولہ وارتد عن الاسلام الحدیث
(بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۹)

بخدا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی کو قتل نہیں کیا۔ مگر تین جرائم میں وہ شخص جو ناحق کسی کو قتل کرتا۔ تو اُسے قصاص میں قتل کرتے یا شادی کے بعد زنا کرتا تو اُسے قتل کرتے یا اسلام سے پھر کر مرتد ہو جاتا۔ تو اُسے قتل کرتے

ایسی صحیح اور صریح احادیث کی موجودگی میں یہ موشگافیاں کہ یہ احادیث اسلام سے پھر کر مرتد ہو جانے والے کے بارے میں نہیں یا یہ احادیث ضعیف ہیں یا یہ احادیث کلمہ گو کے قتل سے خاموش ہیں۔ یا یہ صرف ان لوگوں کے بارے میں ہیں۔ جو اسلام سے خارج ہو کر کھلے طور پر علانیہ کافر ہو جائیں وغیرہ وغیرہ۔ کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا۔ یہ کاروائی صرف وہی کر سکتا ہے جو ملحد و زندیق ہو۔

حضرات آئمہ دین جس طرح قرآن و حدیث اور دین اسلام کی باریکیوں کو حضرات آئمہ دین سمجھتے ہیں۔ ایسا کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔ اور ان میں سے بھی علی الخصوص حضرات آئمہ اربعہؒ جن کے مذاہب مشہور اور متداول اور امت مسلمہ میں قابل اعتماد ہیں۔ اور آجکل کے ملحد بصد آزاد دور میں ملاحدہ اور زنادقہ کو جو اسلام کے مدعی

تو ہیں۔ مگر اسلام کی سمجھ ہی انکو نہیں۔ اور نہ وہ اس کی رُوح سے واقف ہیں۔ وہ صرف اپنی نارسا عقل و خرد پر نازاں و فرحاں ہیں۔ اور اسی کو وہ حرفِ آخر سمجھتے ہیں۔ اور حضرات سلف رح پر طعن کرتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ (المتوفی ۱۷۹ھ) اس حدیث پر یہ باب قائم کرتے ہیں۔

القضاء فیمن ارتد عن الاسلام مالک عن زید بن اسلم ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من غیّر دینہ فاضربوا عنقہ قال مالک ومعنیٰ قول النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما نریٰ واللّٰہ تعالیٰ اعلم من غیّر دینہ فاضربوا عنقہ انہ من خرج من الاسلام الی غیرہ مثل الزنادقۃ واشباھھم فان اُولئک اذا ظہر علیھم قتلوا ولم یستتابوا لانہ لایعرف توبتھم وانھم یسرون الکفر ویعلنون الاسلام فلا اُریٰ ان یستتاب ھؤلاء ولا یقبل منھم قولھم واما من خرج من الاسلام الی غیرہ واظہر ذالک فانہ یستتاب فان تاب والاّ قتل ذلک لو ان قوماً کانوا علیٰ ذٰلک رأیت ان یدعوا الی الاسلام و یستتابوا فان تابوا قُبل ذٰلک منھم وان لم یتوبوا قتلوا ولم یعن بذلک فیما نریٰ واللّٰہ اعلم من خرج من الیھودیۃ الی النصرانیۃ ولا من النصرانیۃ الی الیھودیۃ ولا من یغیر دینہ من اھل الادیان

اس شخص کے بارے فیصلہ جو اسلام سے پھر جائے۔ امام مالکؒ حضرت زیدؓ بن اسلمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنا دین بدل دیا۔ تو تم اس کی گردن اڑا دو۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ہماری دانست میں معنیٰ یہ ہے اور اللّٰہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ جو شخص اسلام سے نکل کر زنادقہ وغیرہم میں جا ملا۔ ایسے زنادقہ پر جب مسلمانوں کا غلبہ ہو جائے۔ تو ان سے توبہ طلب کئے بغیر ان کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ زنادقہ کی توبہ معلوم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ کفر کو چھپاتے اور اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ہماری دانست کے مطابق نہ تو ان سے توبہ طلب کیجائے اور نہ توبہ قبول کی جائے۔ باقی رہے وہ لوگ جو اسلام سے کفر کی طرف نکلے اور کفر کو ظاہر کیا۔ تو ان پر توبہ پیش کی جائے گی۔ اور اگر وہ توبہ کریں۔ تو فبہا ورنہ ان کو قتل کیا جائے گا۔ یعنی اگر کوئی قوم اسلام سے برگشتہ ہو کر کفر کا اظہار کرتی ہے۔ تو اس سے توبہ کرنے کا کہا جائے گا۔ اگر توبہ کی تو قبول کرلی جائے گی ورنہ اس کو قتل کر دیا جائیگا۔ اور اس حدیث کا مطلب ہماری دانست میں یہ نہیں اور اللّٰہ تعالیٰ

كلها الا الاسلام فمن خرج من الاسلام الى غيره و اظهر ذلك فذلك الذى عنى به والله اعلم

د مؤطا امام مالکؒ ص۳۰۸ طبع مجتبائی دہلی

بہتر جانتا ہے کہ کوئی شخص یہودیت سے نصرانیت کی طرف یا نصرانیت سے یہودیت یا اسلام کے بغیر کسی اور دین کی طرف پھر جائے تو اس کے متعلق یہ حدیث ہے بلکہ یہ حدیث صرف اس کے بارے میں ہے ۔ جو اسلام کو ترک کر کے کفر کو اختیار کرے اور ظاہر کرے

حضرت امام مالکؒ مَن بدّل دینہٗ اور مَن غیّر دینہٗ کا یہی مطلب لیتے ہیں ۔ کہ جو شخص دین اسلام سے پھر کر کفر کی طرف چلا جائے اور زندیق تو ایسا واجب القتل ہے ۔ کہ نہ تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار ہے ۔ وہ بہر حال اور بہر کیف واجب القتل ہے ۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحؒ نعمان بن ثابتؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی الحنفیؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ !

وقد تكلم الناس فى المرتد عن الاسلام أيستتاب ام لا فقال قوم ان استتاب الامام المرتد فهو احسن فان تاب و الا قتل و ممن قال ذلك ابو حنيفة و ابو يوسف و محمد رحمة الله عليهم وقال آخرون لا يستتاب وجعلوا حكمه كحكم الحربيين على ما ذكرنا من بلوغ الدعوة اياهم ومن تقصيرها عنهم وقالوا انما يجب الاستتابة لمن خرج الاسلام لا عن بصيرة منه به فاما من خرج منه الى غيره على البصيرة فانه يقتل و لا يستتاب وهذا قول قال به ابو يوسف فى كتاب الاملاء قال اقتله و لا استتيبه الا انه ان بدرنى بالتوبة

لوگوں نے اسلام سے نکل کر مرتد ہو جانیوالے کے بارے میں بحث کی ہے ۔ کہ کیا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا ؟ یا نہیں ؟ علماء کی ایک قوم کہتی ہے ۔ کہ اگر حاکم مرتد سے توبہ کرنے کا مطالبہ کرے تو اچھا ہے ۔ توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے حضرت امام ابو حنیفہ رح امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے ۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں ۔ کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے جیسا کہ دار الحرب کے کفار کو جب دعوت اسلام پہنچ جائے ۔ تو پھر ان کو اسلام کی دعوت دینے کی ضرورت نہیں نہ پہنچی ہو تو دعوت دی جائے ۔ اور فرماتے ہیں کہ توبہ کا مطالبہ اس وقت واجب ہے جبکہ کوئی شخص اسلام سے بے سمجھی کی وجہ سے کفر کی طرف چلا جائے ۔ رہا وہ شخص جو سوچے سمجھے طریقہ پر اسلام

خلیت سبیلہ ووکلت امرہ الی اللہ تعالیٰ (طحاوی ج ۲ ص۱۰۹ کتاب السیر)

سے کفر کی طرف چلا جائے۔ تو اُسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ امام ابو یوسفؒ نے کتاب الاملا میں ایسا ہی فرمایا ہے کہ میں اُسے قتل کر دونگا۔ اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کرونگا ہاں اگر وہ میرے اقدام سے پہلے ہی توبہ کرے تو میں اسے چھوڑ دوں گا اور اسکا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دونگا

حضرت امام شافعیؒ (محمدؒ بن ادریسؒ المتوفی ۲۰۴ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ!

ولم یختلف المسلمون انہ لا یحل ان یفادی بمرتد ولا یمن علیہ ولا توخذ منہ فدیۃ ولا یترک بحال حتی یسلم او یقتل واللہ اعلم

(کتاب الام ج ۶ ص۱۵۲)

مسلمانوں میں کسی کا اس بارے کبھی اختلاف نہیں ہوا بلکہ سب کا اتفاق ہے۔ کہ مرتد کا فدیہ میں دینا جائز نہیں اور نہ اس پر احسان کیا جائے اور نہ اس سے فدیہ لیا جائے اور اس کو ارتداد پر بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔ یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے یا قتل کیا جائے۔

حضرت امام شافعیؒ کا یہ حوالہ قتل مرتد کے بارے بالکل واضح ہے۔

حضرت امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی الشافعیؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ!

وقد اجمعوا علی قتلہ لکن اختلفوا فی استتابتہ ھل ھی واجبۃ ام مستحبۃ اھ

(نووی شرح مسلم ج ۲ ص۲۲)

تمام اہل اسلام کا قتل مرتد پر اجماع ہے ہاں اس میں اختلاف ہے۔ کہ مرتد پر توبہ پیش کرنا واجب ہے یا مستحب؟

بعض آئمہ کرامؒ مرتد پر توبہ پیش کرنا واجب کہتے ہیں اور بعض مستحب کہتے ہیں

چنانچہ علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان المارد ینی (المتوفی ۷۴۵ھ) فرماتے ہیں کہ!

و قال صاحب الاستذکار لا اعلم بین الصحابۃ خلافاً فی استتابۃ المرتد فکانھم فھموا من قولہ علیہ السلام من بدل دینہ فاقتلوہ ای

مصنف استذکار (شرح مؤطا امام مالک) امام ابو عمر بن عبد البرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں کہ مرتد پر توبہ پیش کرنے کے بارے میں مجھے حضرات صحابہ کرامؓ میں کوئی اختلاف معلوم نہیں ہے پس گویا

بعد ان یستتاب
(الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۰۵)

کہ حضرات صحابہ کرام رضہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ سے یہی سمجھے ہیں کہ توبہ پیش کرنے کے بعد مرتد کو قتل کرنا چاہیے

امام ابو عمر بن عبد البر رح (المتوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ

وفقہ ھذا الحدیث ان من ارتد عن دینہ حل دمہ وضربت عنقہ والامۃ مجمعۃ علی ذلک وانما اختلفوا فی استتابتہ۔ اھ
(التمہید ج ۵ ص ۳۰۶)

اور اس حدیث سے جو فقہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے دین (اسلام) سے پھر گیا اور مرتد ہو گیا تو اسکا قتل کرنا اور اسکی گردن اڑا دینا جائز ہے اور امت کا اس پر اجماع و اتفاق ہے انمیں (بعض کا) اختلاف صرف اس میں ہے کہ کیا مرتد پر توبہ پیش کیجائے یا نہیں؟

علامہ عزیزی رح فرماتے ہیں۔

فاقتلوہ بعد استتابتہ وجوباً قال المناوی وعمومہ یشمل الرجل وھو اجماع والمرأۃ وعلیہ الائمۃ الثلاثۃ خلافاً للحنفیۃ اھ
(السراج المنیر ج ۳ ص ۳۴۳)

فاقتلوہ کا مطلب یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اس کے بعد اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ امام عبد الرؤف مناوی رح فرماتے ہیں کہ الفاظ کا عموم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے مرتد مرد کے قتل کرنے پر تو اجماع ہے اور مرتد عورت کے کرنے پر تینوں اماموں کا اتفاق ہے۔ احناف اختلاف کرتے ہیں۔

اس سے بھی واضح ہو گیا کہ توبہ پیش کرنے کے بعد مرتد کے اسلام سے انکار کرنے پر اس کا قتل واجب ہے مرد مرتد کے قتل پر تو تمام حضرات آئمہ کرام رح کا اجماع ہے عورت مرتد کے بارے حضرات آئمہ ثلاثہ رح کا یہی مسلک ہے البتہ احناف یہ کہتے ہیں کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔ کیونکہ صنف نازک ہونے کی وجہ سے عموماً وہ لڑائی اور جھگڑا نہیں کرتی

قاضی محمد بن علی الشوکانی رح (المتوفی سنہ ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

وخص الحنفیۃ بالذکر وتمسکوا بحدیث النہی عن قتل النساء
(نیل الاوطار ج ۷ ص ۲۰۳)

احناف نے اس حدیث کو (ضمیر مذکر کے پیش نظر) مرد کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں عورتوں کے قتل کرنے کی نہی وارد ہوئی ہے۔

ہاں اگر کوئی عورت لڑائی پر اتر آئے اور ارتداد کو پھیلانے کی سعی کرے تو اس کا معاملہ الگ اور جدا ہے۔
حضرت امام احمد بن حنبل رح (المتوفی سنہ ۲۴۱ھ) کا مسلک امام موفق الدین ابن قدامہ الحنبلی رح (المتوفی سنہ ۶۲۰ھ) یوں نقل کرتے ہیں۔

الفصل الثالث انہ لا یقتل حتی یستتاب عند اکثر اھل العلم منہم عمر وعلی وعطاء والنخعی ومالک والثوری والاوزاعی واسحاق واصحاب الرای وھو احد

تیسری فصل اکثر اہل علم یہ کہتے ہیں کہ مرتد کو اس پر توبہ پیش کئے بغیر قتل نہ کیا جائے جن میں حضرت عمر رض حضرت علی رض حضرت عطاء رح امام نخعی رح امام مالک رح امام ثوری رح امام اوزاعی رح امام اسحاق رح اور فقہاء احناف شامل

قول الشافعي وروي عن احمد رواية اُخرىٰ انه لا تجب استتابته لكن تستحب وهذا القول الثاني للشافعي وهو قول عبيد بن عمير وطاؤس ويروى ذالك عن الحسن لقول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من بدل دينه فاقتلوه ولم يذكر استتابته اهـ

(مغنی ج ۸ ص ۱۲۳)

ہیں اور حضرت امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے اور حضرت امام احمدؒ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ واجب نہیں ہے لیکن مستحب ہے اور یہ امام شافعیؒ کا بھی ایک دوسرا قول ہے اور امام عبیدؒ بن عمیرؒ اور امام طاؤسؒ کا بھی یہی قول ہے۔ اور حضرت حسن بصریؒ سے بھی یہ مروی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل دے تو اُسے قتل کر دو اور توبہ کا مطالبہ اس میں مذکور نہیں ہے

ان تمام صریح حوالوں سے مُرتد کا قتل کرنا آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت ہے۔ علامہ ابو محمد بن حزمؒ لکھتے ہیں کہ قتلِ مرتد کا معاملہ امت میں ایسا معروف و مشہور ہے۔ کہ کوئی مسلمان شخص اس کے انکار پر قادر نہیں (المحلی ج ۸ ص ۲۲۲) ان کے علاوہ بھی کتب فقہ و فتاویٰ میں قتل مرتد کی تصریح موجود ہے۔ مثلاً ہدایہ ج ۲ ص ۹۰، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۸۶، شامی ج ۳ ص ۳۹۶ اور بحر الرائق جلد ۵ ص ۱۲۵ وغیرہ

علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی (المتوفی ۵۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ!

مرتد کے قتل کرنے پر حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ مرتد کو تین دن تک بند رکھا جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کرے تو اچھا ہے ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے (بدائع الصنائع ج ۷ ص ۱۳۴)

امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ!

واجمع اهل العلم على وجوب قتل المرتد روى ذالك عن ابى بكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلىؓ ومعاذؓ وابى موسىؓ وابن عباسؓ وخالدؓ وغيرهم ولم ينكر ذالك فكان اجماعًا

(مغنی ابن قدامہ ج ۸ ص ۱۲۳)

اہل علم کا قتلِ مرتد پر اجماع ہے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاذؓ، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت خالدؓ بن الولید وغیرہم سے یہی مروی ہے۔ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے دور میں اس کا کوئی انکار نہیں کیا گیا۔ تو یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں کہ جس مسئلہ پر قرآن کریم اور صحیح احادیث سے واضح دلائل موجود ہوں اور

جس مسئلہ پر حضرات خلفاء راشدین رضؓ متفق ہوں اور جس مسئلہ پر حضرت معاذ رضؓ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضؓ جیسی شخصیتیں متفق ہوں۔ جو اپنے دور میں گورنری کے عہدہ پر فائز تھیں اور جس مسئلہ پر حضرت ابن عباس رضؓ جیسے ترجمان القرآن اور حبر الامت متفق ہوں۔ اور جس مسئلہ پر حضرت خالد رضؓ بن الولید جیسے مجاہد اور فوج کے سپہ سالار متفق ہوں۔ اور جس مسئلہ پر بقیہ حضرات صحابہ کرام رضؓ میں کوئی ایک فرد بھی اس کے خلاف لب کشائی نہ کرتا ہو۔ اور جس مسئلہ پر حضرات آئمہ اربعہ اور جمہور آئمہ کرام رحؒ متفق ہوں اور جس مسئلہ کے خلاف کوئی مسلمان انکار کرنے پر قادر نہ ہوا ہو۔ تو اس مسئلہ کے حق اور ثابت ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ابو عمرو عامر رحؒ بن شراحیل شعبی رحؒ المتوفی ۱۰۹ھ فرماتے ہیں کہ!

کان العلم یؤخذ عن ستۃ عمر رضؓ و علی رضؓ و اُبی رضؓ و ابن مسعود رضؓ و زید رضؓ و ابی موسیٰ رضؓ و قال ایضاً قضاۃ الامۃ اربعۃ عمر رضؓ و علی رضؓ و زید و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳)

علم کا مرکز چھ حضرات تھے۔ حضرت عمر رضؓ حضرت علی رضؓ حضرت اُبی رضؓ حضرت ابن مسعود رضؓ حضرت زید رضؓ اور حضرت ابوموسیٰ رضؓ اور نیز انہوں نے فرمایا کہ اُمت کے جج اور قاضی چار ہیں حضرت عمر رضؓ، حضرت علی رضؓ، حضرت زید رضؓ بن ثابت اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضؓ

یعنی یہ وہ حضرات ہیں جن سے علم دین اخذ کیا جاتا تھا۔ اور اُمت مسلمہ کے وہ مسلّم قضاۃ و جج تھے اور حضرت صفوان رحؒ بن سلیم رحؒ الامام المدنی الفقیہ رحؒ المتوفی ۱۳۲ھ فرماتے ہیں کہ

لم یکن یفتی فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم غیر عمر رضؓ و علی رضؓ و معاذ رضؓ و ابی موسیٰ رضؓ

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان چار حضرات کے بغیر اور کوئی فتویٰ نہیں دیتا تھا۔ وہ حضرت عمر رضؓ، حضرت علی رضؓ، حضرت معاذ رضؓ اور حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضؓ ہیں۔

آپ حضرات بخوبی اس مقالہ میں مرتد کے بارے ان حضرات کے فتوے اور فیصلے پڑھ چکے ہیں۔

اس مقالہ میں پیش کئے گئے واضح اور صریح حوالوں سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ مرزائیوں کی دونوں پارٹیاں قادیانی اور لاہوری اسلامی حکومت میں شرعاً واجب القتل ہیں۔ اگر کوئی اسلام سے پھر کر مرزائی ہوا ہو تو مرتد ہونے کی وجہ سے واجب القتل ہے

اور اگر کوئی نسلاً بعد نسلٍ مرزائی چلا آتا ہے۔ تو زندیق ہونے کی وجہ سے واجب القتل ہے اور یہی حکم ہے ہر اس گمراہ پارٹی یا فرد کا جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر یا مؤول ہو۔ ملاحظہ ہو شامی ج ۳ ص ۳۲۵۔ مگر یہ یاد رہے۔ کہ کسی کو حداً یا تعزیراً قتل کرنا صرف اسلامی حکومت اور عدالت شرعیہ کا کام ہے۔ عوام کو قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ صرف وہی کام کرتے اور کر سکتے ہیں جس کا انہیں اختیار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ مجبور ہیں ؎

میری مجبوریوں کو کون جانے　　　میں خود مختار ٹھہرایا گیا ہوں

پاکستان میں قادیانیوں کی تعداد

قادیانی فرقہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اجراء نبوت۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اور مرزا غلام احمد کو نبی یا مصلح اور مسیح موعود ماننے وغیرہ کے دعوؤں میں سراسر جھوٹا ہے۔ اسی طرح عوام الناس کو بہکانے کی خاطر اپنی تعداد بھی بڑھا چڑھا کر بتلانے اور اس کا پروپیگنڈا کرنے میں بھی جھوٹا ہے حقیقت اور نفس الامر اس کے بالکل خلاف ہے۔ ملک کے اندرونی حالات اور مردم شماری وغیرہ داخلی امور کی حقیقت کو جس طرح ملک کا وزیر اطلاعات ونشریات جانتا ہے۔ وہ کوئی اور نہیں جان سکتا۔ کیونکہ یہ باتیں اور اندرون ملک کے امور اس کے فرض منصبی میں شامل ہوتے ہیں۔ اور ان امور کے بارے اس کی رپورٹ حرف آخر سمجھی جاتی ہے۔

پاکستان کے سابق وزیر اطلاعات ونشریات کا بیان

اسلام آباد (اے پ) ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ملک میں قادیانیوں کی تعداد ایک لاکھ چار ہزار دو سو چوالیس ہے۔ یہ بات وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات راجہ محمد ظفر الحق صاحب نے آج مجلس شوریٰ میں ایک سوال کے جواب میں بتائی (بلفظہٖ اخبار جنگ لاہور ص۱ کالم ۵ بدھ ۱۹ شوال ۱۴۰۲ھ ۱۸ جولائی ۱۹۸۴ء)

یہ تعداد پاکستان میں بسنے والے جملہ مرزائیوں کی ہے۔ جو ربوہ وغیرہ ملک کے دیگر اطراف اور علاقوں میں رہتے ہیں۔ بعض دیگر ممالک میں بھی کچھ مرزائی ہیں۔ مگر ان کی تعداد سینکڑوں تک بھی نہیں پہنچتی۔ چہ جائیکہ وہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں ہوں۔ لیکن ان کے غلط بیانات اور ان کے ایجنٹوں اور حواریوں کے ہوا دینے سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے۔ کہ شاید وہ لاکھوں سے

بھی متجاوز ہیں۔ مگر یہ پروپیگنڈا مرزا غلام احمد کی جھوٹی نبوت کی طرح صرف جھوٹ کا پلندہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دیگر باطل فرقوں اور بے دین سیاسی لیڈروں کی ملی بھگت سے وہ پھولے نہیں سماتے۔ اور ان کی ملی اور ریاستی تنظیم کی جڑیں بھی خوب مضبوط ہیں۔ اور مختلف عنوانات سے وہ لوگوں کی جیبیں صاف کرنے میں بڑے مشاق ہیں۔ بقول مولانا ظفر علی خان صاحب مرحوم سے

مسیلمہ کے جانشیں گرہ کٹوں سے کم نہیں　　کترکے جیب لے گئے پیمبری کے نام سے

اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو توحید و سنّت اور ختم نبوت کے بنیادی عقائد پر قائم رکھے اور فتنوں سے بچائے (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذریاتہٖ واتباعہٖ الیٰ یوم الدین

احقر الناس ابوالزاہد **محمد سرفراز** خطیب جامع مسجد گکھڑ
وصدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ